رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ط

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

اُردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین۔ اکمل

نمبر ۳ | مارچ سنہ ۱۹۲۸ء ✤ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۶ھ | جلد ۲۷

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے ہندوستان سے باہر ساڑھے تین روپے

مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے اڑھائی روپے

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مصنف
کیا شریعت نے انسان کو گنہ گار بنایا ہے	۸۱ – ۹۰	ڈاکٹر چوہدری محمد شاہ نواز خانصاحب ایم۔ بی بی۔ ایس فریجہ
ابن اللہ کی حقیقت	۹۰ – ۱۰۴	مولوی محمد یعقوب صاحب
الجنة تحت اقدام امھاتکم	۱۰۵ – ۱۰۸	مولوی عبد الحلیم صاحب کٹکی
دائیں ہاتھ کو کیوں فوقیت حاصل ہے۔	۱۰۸ – ۱۱۱	مترجمہ ماسٹر نذیر خاں صاحب قادیان
سوالات اور ان کے جوابات	۱۱۲ – ۱۱۵	سن رائز
نئے لٹریچر پر نظر	۱۱۶ – ۱۲۰	اکمل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہماری دوا سل حقیقی کیواسطے ہے جسکی مختصر تعریف یہ ہے کہ پھیپھڑے خواہ کسی وجہ سے زخم ہو کر اوّل خون پھر راد پیپ آنے لگے

مرضِ سِل کا عِلاج

ناظرین کو تعجب ہوگا۔ کہ جس مہلک مرض کو عمر بھر لا دوا سمجھا۔ اور یونانی ڈاکٹری تمام اطباء سے مایوس العلاج تھا۔ اسکے علاج کے کیا معنی؟ مگر حق تعالیٰ کا فضل کسی زمانہ اور کسی شخص کے لئے مخصوص نہیں۔ الحمد للہ کہ لاکھوں بیش قیمت جانوں کے تلف کرنیوالے مرض سِل کا **تیر بہدف تریاق** ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ اور تجربہ میں بھی آگیا۔ اگرچہ اعلان کرتے ہوئے طبیعت ہماری بھی جھجکی اور خیال ہوا کہ سالہا سال کی دلوں میں بیٹھی ہوئی ناامیدی کے مقابلہ پر ہمارے اس قول کی کیا وقعت ہوگی کہ **"ہماری ایجاد کردہ ایک تولہ شفاءِ السل ہماری ہدایات کے موافق استعمال کرنے سے مسلول کو باذن اللہ صحت حاصل ہو جائیگی"**۔ مگر خدا کی دی ہوئی بے بہا نعمت کو چھپا کر رکھنا شرافت اور مروّتِ انسانی کے خلاف تھا۔ اس لئے بنظر مزید احتیاط ہم نے خاص اطباء پر بغرض تجربہ و امتحان یہ دوا **مُفت تقسیم** کی اور منصفانہ رائے طلب کی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ خاطر خواہ کامیابی اور نتیجہ خیز آراء سے ہماری حوصلہ افزائی کی گئی۔ چنانچہ اسوقت ہم صرف **شاہی طبیب جناب حکیم نورالدین امیر احمدی جماعت کی قلمی دستاویز** (جو طبّی حیثیت سے ہندوستان میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً ایک بیش قیمت اور نہایت وزنی رائے ہے) ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ مرض سِل کے لادوا ہونے کا اعتقاد انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد لوگوں کے دلوں سے جاتا رہیگا۔ اور ہماری سریع التاثیر دوا جس کو ہم **اکسیر** کا خطاب دیں تو بے جا نہیں آہستہ آہستہ تمام ملک کے اطباء کو اپنا مدّاح و گرویدہ بنالے گی۔ قیمت فی تولہ چار روپے (للعہ) علاوہ سِل کے تمام اندرونی زخموں میں باذن اللہ فوری اثر دکھلاتی ہے۔

رئیس الاطباء جناب حکیم نورالدّین صاحب رئیس بھیرہ ضلع شاہپور کا ارشاد

السلام علیکم۔ آپکی دوائی جو سِل کے لئے آپنے مجھے دو بار تجربہ کے لئے بھیجی اس کو مَیں نے بہت ہی احتیاط کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ **بے ریب** یہ دوائی ایسے مسلولوں کو جن کو نزلہ کی شکایت نہ ہو **بہت ہی مفید ہے**۔ اللہ تعالیٰ اس میں اور بھی برکت بخشے اور لوگ اس موذی مرض سے آپکی **مفید دوائی** سے نفع اٹھائیں + **نُورالدّین** ۲۲۔ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء قادیان

نوٹ:۔ غریب اور بے مقدور مریضوں کو بشرطیکہ تنگدستی کا ثبوت دیدیں یہ دوا بلا قیمت دیجائیگی۔ مگر خرچ ڈاک وغیرہ ہر حال منگانے والے کے ذمہ ہوگا۔ پتہ صاف حروف میں تحریر کرنا چاہیئے +

المشتھر

حافظ محمّد یعقوب۔ گنگوہ۔ ضلع سہارنپور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

کیا شریعت نے انسان کو گنہگار بنایا ہے؟

(ڈاکٹر چوہدری محمد شاہ نواز خاں - ایم - بی - بی - ایس رسول ہسپتال جنجہ - ملک افریقہ)

عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ شریعت ایک لعنت ہے۔ کیونکہ اسی کی خلاف ورزی انسان کو گنہگار بناتی ہے گناہ کی تعریف یہی ہے کہ خدا کے حکم یا شریعت کے احکام کی عمداً نافرمانی کی جائے۔ پس اگر خدا کا کوئی حکم نہ ہوتا۔ تو انسان گنہگار بھی نہ بنتا۔

میرے نزدیک انکا یہ اعتراض قلّتِ تدبّر کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے گناہ کی حقیقت کو غلط سمجھا ہے۔ اسی واسطے شریعت کو ایک بوجھ اور چٹّی قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک گویا گناہ کی حقیقت یہ ہے کہ خدا نے بعض احکام یونہی دے دیئے ہیں۔ اور جو انکی خلاف ورزی کرے اس کا نام گنہگار رکھتا۔ اور انتقام لینے کیلئے سزا دیتا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالبداہت غلط ہے۔ کیونکہ گناہ کی یہ حقیقت نہیں۔ جو ان لوگوں نے سمجھ رکھی ہے پس گناہ کی اگر صحیح تعریف بتا دی جائے۔ تو یہ اعتراض بہت حد تک دور ہو جاتا ہے۔

گناہ کی تعریف گناہ کی مجمل تعریف یہ ہے۔ خدا کی عمداً نافرمانی۔ یا وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہو۔ یا وہ امور جو فطرت انسانی اور اسکی پاکیزگی کے خلاف ہوں (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) گناہ کی اس مجمل تعریف سے گناہ کی پوری حقیقت واضح نہیں ہوتی۔ اسلئے اسکی تعریف ذرا وضاحت سے بتا دیتا ہوں۔ "وہ عمل جو روح انسانی کو بیمار کر دے۔ رؤیت الٰہی کے ناقابل کر دے اور سفر میں دِقّت ہو" (حضرت خلیفۃ المسیح ثانی) "یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے فطرت انسانی پر نظر ڈال کر باریک اعمال جو اس کی ذات کے لئے مضر تھے گناہ قرار دیئے۔ مثلاً چوری - زنا - حق تلفی وغیرہ۔" (مسیح موعودؑ)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام از قسم اوامر و نواہی کیوں دیئے ہیں۔ اسکی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شفاخانوں کا بند کرنا ظلم ہوتا ہے۔ اسی طرح دوزخ کا وجود بھی مفید اور ضروری ہے اور اس کا بند کرنا روحانی مریضوں پر ظلم ہے۔

پس معلوم ہوا کہ شریعت نے انسان کو گنہگار نہیں بنایا۔ کیونکہ شریعت کی عدم موجودگی میں بھی انسانی روح بد اعمالی کی وجہ سے بیمار ہوتی۔ مگر اس صورت میں اسکے علاج کے لئے ڈاکٹر اور ہسپتال نہ ہونا ظلم ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ سراسر رحم اور فضل ہے کہ اس نے شریعت دی۔ انبیاءؑ بھیجے۔ جنّت اور دوزخ بنایا۔ الحمد للہ

"ابن اللہ" کی حقیقت

قل ان کان للرحمٰنِ ولدٌ فانا اوّل العابدین سبحان ربّ السّمٰوٰت والارضِ ربّ العرشِ عما یصفون ٥ (پ ۲۵ ع ۱۳)

محبّت دنیا میں ایک ایسی چیز ہے کہ انسان کو بسا اوقات یہ اندھا اور بہرا بنا دیتی اور اُس کے قدم کو صراطِ مستقیم سے ہمیشہ کے لئے ڈگمگا دیتی ہے۔ مگر ایسا تبھی ہوتا ہے۔ جب اس محبّت کا ناجائز استعمال کیا جائے۔ ورنہ فی نفسہٖ محبّت انسان کے بہترین شمائل میں سے ایک ہے۔ اور اسکی تمدّنی اقتصادی اور مذہبی زندگی کے لئے کار آمد ہتھیاروں میں سے ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا حُبّكَ الشیءَ یُعمی ویُصِمّ۔ کہ تیرا کسی چیز سے محبّت کرنا بہت دفعہ تجھے اندھا اور بہرا بنا سکتا ہے۔ اور یہ تو ہمارے روزمرہ کے مشاہدات ہیں کہ بعض لوگ حدِّ اعتدال سے تجاوز اختیار کرتے ہوئے اپنے محبوب کے نقائص کو بھی حسنات گردانتے ہیں۔ اور گویا کہ محبّت اُن کے قوائے عقلیہ پر اِس حد تک پردہ ڈال چکی ہوتی ہے کہ اُن کے نقائص کو بھی اپنی آنکھوں سے وہ دیکھ نہیں سکتے اور یا دیکھ انہیں باور نہیں کر سکتے۔

اِس محبّت کا ناجائز استعمال بعض اقوام نے اپنے مذہبی پیشواؤں کے متعلّق کیا ہے اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اُن اقوام نے اپنے جوشِ محبّت میں وہ کچھ کیا کہ جو انہیں نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

مسیحیوں کو ہی لیا جائے۔ اُن میں کیا دانا اور عقلمند طبقہ موجود نہیں؟ کیا وہ باتوں کی گہرائیوں تک پہنچنے والے نہیں؟ کیا وہ مدبّر اور فہیم انسان نہیں؟ پھر کیا ہُوا کہ وہ اپنی اُس عقیدت کی وجہ سے جو اُنہیں مسیح ناصری علیہ السّلام کے ساتھ ہے یہ خوب جانتے اور سمجھتے ہوئے کہ وہ ہمارے جیسے ہی ایک انسان تھے۔ جو حوائجِ بشریّہ سے اپنی مدّت العمر مستغنی نہیں ہوئے۔ اُنہیں جامۂ الوہیت پہنانے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور منصبِ خدائی کا اُنہیں اقنومِ ثانی ٹھیراتے ہیں۔

وجہ اسکی یہی ہے کہ محبّت نے اُن کی آنکھوں کو مخمور کردیا۔ اور اُن کے دماغ پر ایسا باریک غلاف اوڑھا دیا کہ جس کی وجہ سے وہ اتنی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتے کہ بیٹا ہمیشہ باپ کے فانی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جس ہستی کو بیٹے کی ضرورت ہے۔ وہ یقیناً کبھی غیر فانی نہیں ہو سکتی۔ اور جب بیٹے کو وہ اقنومِ ثانی ٹھیرائینگے۔ تو کیا لازم نہ آئیگا کہ اُن کے عقیدہ کے مطابق گویا خدا باپ بھی نعوذ باللہ ایک فانی ہستی ہے کہ جسے اپنے بعد کے کاروبار کو سرانجام دینے کے لئے بیٹا بنانیکی ضرورت پیش آئی۔

مگر بات یہی ہے کہ محبّت میں مسیحیوں نے غلو کیا۔ اور اپنے آقا کے متعلق وہ کچھ کہا کہ جس کا وہ خود کبھی مُدعی نہ بنا۔ قرآنِ مجید بھی ابنیّتِ مسیح کا اصل محرک "محبّت میں غلو" قرار دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق۔ انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ۔ کہ اے اہلِ کتاب تم غلو کس لئے کرتے ہو۔ خدا کی ہستی کے متعلق تم کیوں ناحق ایسی باتیں بیان کرتے ہو۔ مسیح ناصری جو مریم صدیقہ کا بیٹا تھا۔ ہمارا ایک رسول تھا اور بس۔ تو بھی بہت سے دلائل ہیں جو اسی "دعویٰ ابنیّتِ مسیح" کے متعلق عیسائیوں کی طرف سے پیش کیئے جاتے ہیں۔

میرا روئے سخن اس وقت صرف ایک ہی دلیل کے ابطال کی طرف ہے جو اس مفہوم میں مسیحیوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہے۔ کہ الٰہی الہام میں حضرت مسیحؑ کے متعلق "ابن اللہ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ پس جب خدا باپ کسی کو ابن اللہ کہکر پکار رہا ہے تو ہمیں انکار کی کہاں مجال۔ چنانچہ یردن کے کنارے مسیح ناصری نے جب یوحنا سے بپتسمہ لیا تو

"دیکھو اُس کے لئے آسمان کھُل گیا۔ اور اُس نے خدا کے روح کو کبوتر کی مانند اُترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا۔ اور دیکھو آسمان سے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ جس سے میں خوش ہوں" (متی ۳/۱۷)

اسی ضمن میں دو اور باتیں بھی قابلِ جواب آجائینگی۔

پہلی یہ کہ مسیح ناصری نے خود اپنے آپ کو ابن اللہ کہکر پکارا۔ آخر اسکی وجہ کیا؟

دوسری یہ کہ لوگوں نے بہت دفعہ اُسے "خداوند" کہکر یاد کیا۔ آخر یہ کس لئے؟

لفظ ابن اللہ کا صحیح مفہوم

یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر الٰہی الہام میں ابن اللہ کا لفظ حضرت مسیحؑ کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقدسہ کتب کا یہ ایک عام محاورہ ہے۔ جو صلحاء اور نیک طینت نفوس کے متعلق۔ انبیاءؑ کے متعلق شرفاء کے متعلق۔ قاضیوں اور مفتیوں کے متعلق۔ اور بہت سے نیکی کے کام کرنے والوں کے متعلق استعمال ہوتا رہتا ہے۔ پس اگر "ابن اللہ" کا لفظ الٰہی الہام میں مل جانا کوئی ایسی بات ہے کہ جس سے الوہیت ثابت ہوتی ہو۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہم حضرت مسیحؑ کو ہی اس درجہ کے لئے مخصوص کرلیں۔ ہمیں پھر اپنے دامن کو وسیع کرنا پڑیگا۔ اور بہت لوگوں کو "دائرہ الوہیت" میں شمار کرنا پڑیگا مگر پھر خالق اور مخلوق میں کوئی فرق نہیں رہیگا۔

مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ اب ایسے حوالجات اسجگہ تحریر کردوں۔ جن میں بہت لوگوں کو "ابن اللہ" کرکے پکارا گیا ہے۔

حوالجات از بائیبل

(۱) پیدائش ۶/۲ "جب روئے زمین پر آدمی بہت ہونے لگے۔ اور اُن سے بیٹیاں پیدا ہوئیں تو خدا کے بیٹوں نے آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا۔ کہ وہ خوبصورت ہیں۔ اور اُن سبھوں میں سے جسے جو پسند آئیں اپنے لئے جورو بنا لیں"۔

(۲) پیدائش ۶/۴ "خدا کے بیٹے آدمیوں کی بیٹیوں کے پاس گئے۔ تو اُن سے لڑکے پیدا ہوئے۔ یہ وہ زبردست تھے۔ جو قدیم سے نامور اشخاص تھے"۔

(۳) خروج ۴/۲۲ "خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے سو میں تجھے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے۔ تاکہ وہ میری عبادت کرے"۔

(۴) استثناء ۱۴/۱ تمام بنی اسرائیل کو خدا مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

"تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو"۔

(۵) استثناء ۳۲/۱۹ "اور جب خداوند نے یہ دیکھا تو اُن سے نفرت کی اسلئے کہ اُسکے (یعنی خدا کے) بیٹوں اور اُسکی بیٹیوں نے اُسے غصہ دلایا۔ اور اُس نے یہ فرمایا کہ میں اُن سے اپنا مُنہ چھپاؤنگا"۔

(۶) ۲-سموئیل ۷/۱۲ تا ۱۴ "میں تیرے بعد تیری نسل کو جو تیرے صلب سے ہوگی برپا کروں گا۔ اور اُسکی سلطنت کو قائم کرونگا۔ وہی میرے نام کا ایک گھر بنائیگا۔ اور میں اُسکی سلطنت کا تخت ابدتک قائم رکھونگا۔ اور میں اُس کا باپ ہونگا اور وہ میرا بیٹا ہوگا"۔

(۷) ۱-تواریخ ۱۷/۱۲ "وہ میرے لئے گھر بنائیگا۔ اور میں اُسکی کرسی ابدتک پائیدار رکھونگا۔ میں اُس کا باپ ہونگا اور وہ میرا بیٹا ہوگا"۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۸) ۱-تواریخ ۲۲/۱۰ حضرت سلیمان کے متعلق خدا فرماتا ہے:-

"وہی میرے نام کے لئے ایک گھر بنائیگا۔ وہ میرا بیٹا ہوگا اور مَیں اُس کا باپ ہونگا"۔

(۹) ۱-تواریخ ۲۸/۶ "تیرا بیٹا سلیمان میرے لئے گھر اور بارگاہیں بنائیگا۔ کیونکہ مَیں نے اُسے چُن لیا کہ میرا بیٹا ہو اور مَیں اُس کا باپ ہونگا"۔

(۱۰) زبور ۲/۷ "خداوند نے میرے حق میں فرمایا تُو میرا بیٹا ہے۔ مَیں آج کے دن تیرا باپ ہُوا۔ مجھ سے مانگ کہ مَیں تجھے قوموں کا وارث کرونگا"۔

(۱۱) زبور ۸۲/۶ قاضیوں کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ:- "تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالےٰ کے فرزند ہو۔ پر تم بشر کی طرح مروگے"۔

(۱۲) زبور ۸۹/۲۶ حضرت داؤدؑ کے متعلق خدا فرماتا ہے:- "وہ مجھے پکار کے کہیگا کہ تُو میرا باپ میرا خدا اور میری نجات کی چٹان ہے۔ مَیں اُسے اپنا پلوٹھا بھی ٹھیراؤنگا اور زمین کے بادشاہوں سے بالا"۔

(۱۳) یرمیاہ ۳۱/۹ "مَیں اسرائیل کا باپ ہوں۔ اور افرائیم میرا پلوٹھا ہے"۔

(۱۴) متی ۵/۹ حضرت مسیحؑ اپنے پہاڑی وعظ میں فرماتے ہیں:-

"مبارک ہیں وہ جو صُلح کراتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے"۔

(۱۵) متی ۵/۴۴،۴۵ "اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھیرو"۔

(۱۶) لوقا ۶/۳۵ "تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ اور بھلا کرو۔ اور بغیر ناامید ہوئے قرض دو۔ تو تمہارا اجر بڑا ہوگا۔ اور تم خدا تعالیٰ کے بیٹے ٹھیروگے"۔

(۱۷) یوحنا ۱/۱۲ "وہ اپنے گھر آیا۔ اور اُسکے اپنوں نے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن جتنوں نے اُسے قبول کیا۔ اُس نے انہیں خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا"۔

(۱۸) رومیوں ۸/۱۳،۱۴ "اگر تم جسم کے مطابق زندگی گذاروگے تو ضرور مروگے اور اگر روح سے بدن کے کاموں کو نیست و نابود کروگے تو جیتے رہوگے اسلئے کہ جتنے خدا کے روح کی ہدایت سے چلتے ہیں وہی خدا کے بیٹے ہیں"۔

(۱۹) رومیوں ۹/۲۵،۲۶ "خدا یوں فرماتا ہے کہ جو میری اُمت نہ تھی اُسے اپنی اُمت کہونگا۔ اور جو پیاری نہ تھی اُسے پیاری کہونگا۔ اور ایسا ہوگا کہ جس جگہ اُن سے یہ کہا گیا تھا کہ تم میری اُمت نہیں ہو اُسی جگہ وہ زندہ خدا کے بیٹے کہلائینگے"۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲۰) گلتیوں ۳/۲۶ "تم سب اُس ایمان کے وسیلے سے جو مسیح یسوع میں ہے خدا کے فرزند ہو"

(۲۱) ۱ یوحنا ۳/۲ "دیکھو باپ نے ہم سے کیسی محبّت کی ہے کہ ہم خدا کے فرزند کہلائے۔ اور ہم ہیں بھی۔ دنیا ہمیں اسلئے نہیں جانتی کہ اُس نے اُسے بھی نہیں جانا۔ ۶۔ عزیزو ہم اس وقت خدا کے فرزند ہیں۔ اور ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہُوا۔ کہ ہم کیا کچھ ہونگے"

(۲۲) ۱ یوحنا ۳/۹ "جو کوئی خدا سے پیدا ہُوا ہے۔ وہ گناہ نہیں کرتا۔ کیونکہ اُس کا تخم اُس میں بنا رہتا ہے۔ بلکہ وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ خدا سے پیدا ہُوا ہے۔ اِسی سے خدا کے فرزند اور ابلیس کے فرزند ظاہر ہوتے ہیں"

اِن تمام مقامات میں جتنے لوگوں کو بھی ابناء اللہ کر کے پکارا گیا ہے۔ وہ سب کے سب مخلوق اور انسان ہیں۔ پھر کونسی عقل ہمارے لئے یہ جائز قرار دے سکتی ہے کہ ہم اوروں کو تو ابناء اللہ بمعنی راستباز اور مقرّبانِ بارگاہِ صمدی سمجھیں۔ مگر مسیحؑ کو ابن اللہ بمعنی خدائے مجسّم قرار دیں +

ایک اور دلیل یقیناً سمجھ لینا چاہیئے کہ مسیحؑ کو ابن اللہ اسی غرض کے لئے الٰہی الہام میں کہا گیا ہے کہ آپ ایک مقدّس وجود تھے۔ جو دنیا کے لئے راہبر اور ہادی تھے۔ اور جو خدا کے پیارے اور نہایت مقرّب وجود تھے۔ یقیناً ویسے ہی ابن اللہ کا لقب آپکو دیا گیا۔ جیسے اسرائیل۔ سلیمان اور داؤد علیہم کو یہ لقب دیا گیا ہے۔ اور اس پر دلیل ایک اور بھی ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیحؑ کو جب صلیب پر چڑھایا گیا اور بقول عیسائیان آپ کی روح نے پرواز کیا۔ تو اُس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے مرقس میں لکھا ہے:۔

"اور جو صوبہ دار اُس کے سامنے کھڑا تھا۔ اُس نے اُسے یُوں دم دیتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ یہ آدمی بیشک خدا کا بیٹا تھا" (مرقس ۱۵/۳۹)

اب مرقس میں تو صوبہ دار حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا کہکر پکار رہا ہے۔ مگر یہی واقعہ جب لوقا بیان کرتا ہے تو لکھتا ہے:۔

"یہ ماجرا دیکھ کر صوبہ دار نے خدا کی بڑائی کی۔ اور کہا بیشک یہ آدمی راستباز تھا" (لوقا ۲۳/۴۷)

اِن ہر دو اقوال کا تفاوت کیا یہ واضح نہیں کر رہا۔ کہ لوقا نے ابن اللہ کا مفہوم راستباز انسان ہی سمجھا ہے نہ کہ کچھ اور۔ ورنہ صوبہ دار کے قول کو وہ اِس طریق پر کبھی بیان نہ کرتا۔

پس الٰہی الہام میں ابن اللہ کا لفظ حضرت مسیحؑ کے لئے آجانا آپکی طہارتِ باطنی اور تقرّب باری تعالیٰ کی دلیل ہے نہ کہ اقنوم ثانی بن جانے کی۔ فتدبّروا +

مسیحؑ ابن آدم ہے مگر مسیحی صاحبان کو ایک اور بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ اناجیل میں حضرت مسیحؑ کو بہت موقعوں پر ابنِ آدم کہا گیا ہے پس اگر محض اسلئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیحؑ ابن اللہ ٹھیر سکتے ہیں کہ اُن کے متعلق اناجیلِ مقدسہ میں ابن اللہ کا لفظ پایا جاتا ہے تو کیا ابنِ آدم کا لفظ آجانے سے وہ انسان نہیں ٹھیرینگے؟ بالخصوص جبکہ خود اپنے آپکو وہ ابن آدم کہکر ہی پکارتے ہوں۔

حوالجات ملاحظہ ہوں:-

(۱) متی ۱/۱ "یسوع مسیح ابنِ داؤد ابنِ ابراہیم کا نسب نامہ"۔

(۲) متی ۸/۲۰ "یسوع نے اُسے کہا کہ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابنِ آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں"۔

(۳) متی ۹/۶ "تم جان لو کہ ابنِ آدم کو زمین پر گناہوں کے معاف کرنے کا اختیار ہے"۔

(۴) متی ۱۱/۱۹ "ابنِ آدم کھاتا پیتا آیا۔ اور وہ کہتے ہیں دیکھو کھاؤ اور شرابی آدمی۔ محصول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار۔ مگر حکمت اپنے کاموں سے راست ثابت ہوئی"۔

(۵) متی ۱۶/۱۴ "(مسیحؑ نے) اپنے شاگردوں سے یہ پوچھا کہ لوگ ابنِ آدم کو کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا بعض یوحنا بپتسمہ دینے والا کہتے ہیں۔ بعض ایلیاہ۔ بعض یرمیاہ یا نبیوں میں سے کوئی"۔

(۶) لوقا ۶/۵ "پھر اُس نے اُن سے کہا کہ ابنِ آدم سبت کا مالک ہے"۔

اِن تمام مقامات میں حضرت مسیحؑ اپنے آپکو ابنِ آدم کہکر دانشمند طبقہ پر یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ اقنوم ثانی نہیں ہیں۔ کیونکہ ابنِ آدم اور ابن اللہ تو دو متضاد باتیں ہیں۔ جو کسی ایک وجود میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ (بشرطیکہ ابن اللہ کا وہ مفہوم لیا جائے جو مسیحی لیتے ہیں)۔

حضرت مسیحؑ کا ایک فیصلہ کُن قول اسی دلیل کا وہ دوسرا پہلو جو عیسائیوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ نے خود اپنے آپکو ابن اللہ کہکے پکارا ہے۔ مگر میرے نزدیک حضرت مسیحؑ کا ایک ایسا فیصلہ کُن قول اِس پہلو کی وضاحت کیلئے یوحنا میں موجود ہے کہ عیسائی اگر اُس پر تدبّر کریں۔ تو بہت کچھ اپنے عقیدہ میں وہ فرق محسوس کریں۔ لکھا ہے کہ یہودی ایک موقع پر آپ کو سنگسار کرنے لگے تو حضرت مسیحؑ نے اُن سے پوچھا کہ

"کس کام کے سبب مجھے سنگسار کرتے ہو"

تب یہود نے آپکو جواب دیا کہ:-

"اچھے کام کے سبب نہیں۔ بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے ہیں اور اسلئے کہ تُو آدمی ہو کر اپنے آپکو خدا بناتا ہے"

اِس کا جواب حضرت مسیحؑ نے جو کچھ دیا۔ وہ بہت ہی قابلِ غور ہے۔ لکھا ہے:-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"یسوع نے انہیں جواب دیا۔ کیا تمھاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ
"مَیں نے کہا تم خدا ہو" جبکہ اُس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ اور
کتابِ مقدّس کا باطل ہونا ممکن نہیں۔" (یوحنا ۱۰ ۳۳ تا ۳۵)

کتنا ہی عجیب اور پُر از معارف جواب ہے۔ فرماتے ہیں کہ تم میرے ایسا کہنے پر کس لئے مجھے کافر کا خطاب دیتے ہو۔ جبکہ خود تمھاری کتابوں میں اُن لوگوں کو "ابن اللہ" کا لقب ہی نہیں بلکہ "خدا" کا لقب دیا گیا ہے جن کے پاس خدا نے اپنا کلام بھیجا۔ تو جب وہ بھی خدا ٹھیر سکتے ہیں۔ جن کے پاس خدا نے اپنی وحی بھیجی۔ تو میرے اپنے آپ کو ابن اللہ کہنے پر تم کس لئے ناراض ہوتے ہو۔ اِس زبردست اور مُسکِت جواب میں آپ نے زبور کے ۸۲ کی طرف اُن یہود کو توجہ دلائی۔ اور آپکا توجہ دلانا ظاہر کر رہا ہے کہ کن معنوں میں آپ کو ابن اللہ ہونے کا دعویٰ تھا۔ محض اور محض اُنہی معنوں میں آپ کو ابن اللہ ہونے کا دعویٰ تھا۔ جن میں زبور اور دوسری کتابوں کے ذریعہ سے خدا بہتوں کو خدا اور خدا نے بیٹا ہونے کا لقب دیا۔ پس مسیحؑ کی خصوصیت کوئی نہیں۔ جس پر ہم انہیں عقیدۃً اقنومِ ثانی ٹھیرائیں۔

لفظِ "خداوند" کا مجازی اِستعمال

تیسرا پہلو دلیل کا یہ تھا۔ کہ لوگوں نے بہت موقعوں پر حضرت مسیحؑ کو "خداوند" کہکر یاد کیا ہے۔ اور حواری بھی اکثر "خداوند" کہکر ہی آپ سے ہمکلام ہوتے۔

سو اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ لفظِ "خداوند" کا مجازی استعمال بھی مقدّس انسانوں کے حق میں ہوا کرتا ہے۔ پس اس لحاظ سے یہ کوئی انوکھی بات نہیں جس سے الوہیّت ثابت ہوتی ہو۔ اور اگر الوہیّت کی یہ واقعی دلیل ہے۔ تو پھر ذیل کے حوالجات کو پڑھ کر مسیحی کیا کہینگے۔ کیا وہ پھر ان پاکیزہ نفوس کو بھی خدائی منصب تک پہنچانے کے لئے طیار ہیں:۔

ا۔ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے متعلّق کہتی ہیں:۔

"تب سرہ نے اپنے دل میں ہنس کر کہا کہ بعد اِس کے کہ مَیں ضعیف ہوگئی۔ اور میرا خداوند بھی بوڑھا ہوا۔ کیا مجھ کو خوشی ہوگی؟" (پیدائش ۱۸ ۱۲)

ب۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائی آپ سے کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"اُنہوں نے اُسے کہا نہیں اے میرے خداوند۔ تیرے غلام کھانے کی چیزیں مول لینے آئے ہیں۔" (پیدائش ۴۲ ۱۰)

ج۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کا داروغہ پیالے کے متعلّق کہتا ہے:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"کیا یہ وہ نہیں جس میں میرا خداوند پیتا ہے اور جس سے وہ البتہ فال کھولتا ہے۔ پھر جو تم نے کیا بُرا کام کیا۔" (پیدائش ۴۴/۵)

د۔ زبور کی عبارتِ مندرجہ ذیل بہت قابلِ غور ہے:۔

"خداوند کی شکر گذاری کرو کہ وہ بھلا ہے۔ اور اُس کی رحمت ابد تک ہے اُس کا جو انہوں کا خدا ہے شکر کرو کہ اُسکی رحمت ابد تک ہے۔ اُسی کا شکر کرو جو خداوندوں کا خداوند ہے کہ اُس کی رحمت ابد تک ہے۔" (زبور ۱۳۶/ ۲ تا ۴)

ھ۔ ۱۔ پطرس ۳/۶ "سارہ ابراہیم کے حکم میں رہتی اور اُسے خداوند کہتی تھی۔"

اِن مندرجہ بالا حوالجات کے علاوہ اور بھی دو حوالے قابلِ غور ہیں:۔

(۱) خروج ۷/۱ "پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لئے خدا سا بنایا۔ اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہوگا۔"

(۲) خروج ۱۸/۱۹ حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے خدا کہتا ہے:۔

"اب میرا کہا مان۔ میں تجھے صلاح دیتا ہوں۔ اور خدا تیرے ساتھ رہے۔ تو اُن لوگوں کے پاس خدا کی جگہ ہو۔"

اِن ہر دو حوالجات میں لفظِ 'خداوند' سے بھی زیادہ بلند الفاظ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے لئے لائے گئے ہیں یعنی یہ کہ 'خدا سا' اور 'خدا کی جگہ'، پس اگر 'خداوند' کے لفظ سے کوئی الٰہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السّلام کو بہرحال اُس سے افضل ماننا چاہیئے۔ کیونکہ اُن کے لئے 'خدا سا' کا لفظ استعمال ہُوا۔ اور دوسرے لوگوں کو جنہیں 'خداوند' کہا گیا ہے اُن کے برابر درجہ ملنا چاہیئے ورنہ سمجھ نہیں آتی کہ مسیح علیہ السّلام کو تو اُسی دلیل کے ماتحت اقانیمِ ثلثہ میں سے ایک اقنوم قرار دیا جائے۔ اور دوسرے صرف مقدّس انسان ہی سمجھے جائیں۔ یہ عظیم الشان تفاوت بھلا کس لئے؟

صفاتِ الٰہیہ کا حضرت مسیحؑ میں نہ پایا جانا

اب ایک اور طریق سے میں اِس مسئلہ کے متعلق کچھ تحریر کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ مسیح ناصری علیہ السّلام کے اگر اُن حالات کا مطالعہ کیا جائے جو اناجیلِ اربعہ میں مرقوم ہیں۔ تو عقلِ انسانی اِس امر کو تسلیم ہی نہیں کر سکتی کہ آپ خدا اور یا خدا کے بیٹے ہوں۔ کیونکہ صفاتِ الٰہیہ حضرت مسیحؑ میں پائی ہی نہیں جاتیں۔ اور کون ایسا انسان ہے جو باوجود عابد اور معبود اور خالق اور مخلوق میں عظیم الشان فرق پانے کے پھر بھی دونوں کو ایک ہی درجہ دے سکے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مَیں زیادہ تشریح کو ترک کرتے ہوئے صرف ایک نقشہ پیش کر دیتا ہوں جسپر غور کرنے سے ہر ایک شخص یہ سمجھنے کے قابل ہو سکیگا۔ کہ دو نو ہستیوں میں کس قدر فرق ہے۔

(۱)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ الحیّ ہے۔ دنیا میں کوئی انسان نہیں جو خواہ نبی اور رسول ہی کیوں نہ ہو اور پھر وہ غیر فانی ہو۔ خود بائیبل اِس صفت کو تسلیم کرتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"وہی زندہ خدا ہے اور ہمیشہ قائم ہے اور اُسکی سلطنت لازوال ہے اور اُس کی مملکت آخر تک رہیگی" (دانی ایل ۶/۲۶)

مگر حضرت مسیحؑ کے متعلق لکھا ہے:۔

"پس جب یسوع نے وہ سرکہ پیا تو کہا کہ تمام ہوا اور سر جھکا کر جان دیدی" (یوحنا ۱۹/۳۰)

"یسوع پھر بڑی آواز سے چلّایا اور جان دے دی" (متی ۲۷/۵۰)

"پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکارکے کہا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں۔ اور یہ کہکر دم دیدیا" (لوقا ۲۳/۴۶)

(۲)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ القادر ہے۔ جو چاہے وہی کر سکتا ہے۔ اور اُس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"مَیں خداوند ہوں۔ مَیں ہی بولتا ہوں۔ جو بات مَیں کہونگا۔ ہو جائیگی اُسکے ہونے میں دیری نہ لگیگی" (حزقی ایل ۱۲/۲۵)

مگر حضرت مسیحؑ کی حالت ذیل کی عبارت سے بخوبی واضح ہوتی ہے:۔

ا۔ "اُس نے اُن سے کہا میرا پیالہ تو پیوگے۔ لیکن اپنے دہنے بائیں کسی کو بٹھا دینا میرا کام نہیں مگر جن کے لئے میرے باپ کی طرف سے طیار کیا گیا اُنہیں کے لئے ہے" (متی ۲۰/۲۳)

ب۔ "اے ابّا اے باپ تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اس پیالے کو میرے پاس سے ہٹالے۔ تاہم جو مَیں چاہتا ہوں۔ وہ نہیں بلکہ جو تُو چاہتا ہے وہی ہو" (مرقس ۱۴/۳۶)

ج۔ "مَیں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسا سُنتا ہوں عدالت کرتا ہوں" (یوحنا ۵/۳۰)

د۔ "مَیں آسمان سے اترا ہوں۔ نہ اسلئے کہ اپنی مرضی کے موافق عمل کروں بلکہ اس لئے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں" (یوحنا ۶/۳۸)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ھ۔ "میں باپ سے درخواست کرونگا۔ تو وہ تمھیں دوسرا مددگار بخشیگا۔" (یوحنا ۱۴/۱۶)

(۳)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔ خود بائیبل اس صفت کو تسلیم کرتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"دیکھ وہ جو اسرائیل کا محافظ ہے۔ ہرگز نہ اونگھیگا اور نہ سوئیگا۔" (زبور ۱۲۱/۴)

مگر حضرت مسیحؑ کی حالت دیکھئے۔ لکھا ہے:۔

"جب وہ کشتی پر چڑھا۔ تو اُس کے شاگرد اُس کے ساتھ ہوئے اور دیکھو جھیل میں ایسا بڑا طوفان آیا کہ کشتی لہروں میں چھپ گئی مگر وہ سوتا تھا انہوں نے پاس آکر اُسے جگایا اور کہا اے خداوند ہمیں بچا۔" (متی ۸/۲۳)

(۴)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ الملک ہے۔ دونوں جہانوں کا بادشاہ ہے۔ مگر اِدھر حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک قول ملاحظہ ہو:۔

"یسوع نے جواب دیا کہ میری بادشاہت دنیا کی نہیں اگر میری بادشاہت دنیا کی ہوتی تو میرے خادم لڑتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالے نہ کیا جاتا۔" (یوحنا ۱۸/۳۶)

(۵)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ الغنی ہے۔ کسی کی مدد کا قطعاً محتاج نہیں۔ مگر مسیح ناصری علیہ السلام اپنی مدد کے لئے کتنے پُردرد کلمات میں خدا کو پُکار رہے ہیں:۔

"اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلّا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔" (متی ۲۷/۴۶)

(۶)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ اُسے خورد و نوش کی بالکل حاجت نہیں۔ وہ کھاتا اور پیتا نہیں بلکہ دوسروں کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ مگر مسیح ناصریؑ اپنے حواریوں سے فرماتے ہیں:۔

"کیا یہاں تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ انہوں نے اُسے بُھنی ہوئی مچھلی کا قتلہ دیا۔ اُس نے لیکر اُن کے روبرو کھایا۔" (لوقا ۲۴/۴۲)

"اور جب صبح کو پھر شہر میں جاتا تھا۔ تو اُسے بھوک لگی اور انجیر کا ایک درخت راہ کے کنارے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو یہ احکام یونہی ہیں۔ اور ان میں کوئی حکمت یا قواعدِ نظر نہیں۔ یا پھر یہ احکام کسی حکمت پر مبنی ہیں۔ اور روح انسانی کے لئے مفید ہیں۔ اوّل الذکر وجہ تو بالبداہت باطل ہے۔ کیونکہ بغیر حکمت اور فائدہ کے کوئی حکم دینا ایک لغو فعل ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ جیسی حکیم و علیم ہستی کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ پس حق یہی ہے کہ شریعت کے سب احکام حکمت پر مبنی ہیں۔ اور ان کی خلاف ورزی انسانی روح کے لئے مضر ہے۔

جس طرح ڈاکٹر اپنے علم سے ایک نسخہ دیتا ہے۔ اور ساتھ پرہیز بھی بتاتا ہے۔ اور ہم لوگ بلا چون و چرا اسکو مانتے ہیں۔ اسی طرح خدا نے جو سب سے بڑا حکیم ہے۔ انسان کی روح اور جسم کے فائدہ کے لئے ایک نسخہ (قرآن) دیا۔ اور ساتھ کچھ پرہیز بھی بتایا ہے۔ (یعنی حرام۔ حلال وغیرہ) پس معلوم ہوا۔ کہ شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کا نام اسواسطے گناہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے کچھ تکلیف ہوتی ہے۔ یا غصّہ آتا ہے۔ یا اسکی تقدیس و تحمید میں کچھ فرق آجاتا ہے۔ بلکہ اسلئے اور صرف اسلئے کہ اس سے روح انسانی پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ اور وہ بیمار ہو جاتی ہے۔ اور روح کی اس بیماری کا نام شریعت کی اصطلاح میں "گناہ" ہے +

پس اگر شریعت کا وجود نہ ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام ہم کو نہ دیئے جاتے تو بھی اُن امور کی خلاف ورزی روح انسانی کو بیمار کر دیتی جن سے شریعت نے منع کیا ہے۔ شریعت کا کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا حکم بھی ایسا نہیں جس کی خلاف ورزی روح انسانی کے لئے مضر نہ ہو۔ شریعت لعنت نہیں۔ اور نہ ہی یہ بوجھ اور چٹّی ہے۔ بلکہ شریعت کا وجود تو سراسر رحمت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے ماتحت ہے۔ پس شریعت کا نزول ہم پر بہت بڑا احسان ہے نہ کہ ظلم +

یہاں پر ایک سوال ہو سکتا ہے۔ کہ اگر شرعی احکام کی خلاف ورزی جسم اور روح انسانی کو بیمار کر دیتی ہے۔ تو انسان کیلئے اس خلاف ورزی کا طبعی نتیجہ اس دنیا میں ہی بھگتنا کافی تھا۔ خدا نے اگلے جہان میں بھی - - - - - اسکو عذاب میں ڈال کر کیوں اس پر (نعوذ باللہ) ظلم کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ درست ہے کہ قوانین شریعت کی خلاف ورزی کا طبعی نتیجہ انسان اس دنیا میں حاصل کر لیتا ہے۔ یعنی اس کے جسم کو نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی زنا کرے تو وہ امراض خبیثہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ یا کوئی شخص شراب پیئے تو وہ بدمست ہو کر بدحال ہو جاتا ہے۔ مگر اسکے علاوہ اگلے جہان میں بھی سزا ملنی ضروری ہے۔ کیونکہ کوئی عمل انسان کا ایسا نہیں۔ جس کا اثر صرف جسم تک ہی محدود ہو۔ ہر عمل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیکھ کر اُس کے پاس گیا۔ اور پتوں کے سوا اُس میں کچھ نہ پاکر اُس سے کہا کہ آیندہ تجھ سے کبھی پھل نہ لگے" (متی ۲۱/۱۸)

(۷)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ ہر ایک چیز کا مالک ہے۔ لہٗ ما فی السّمٰوٰتِ وما فی الارض۔ مگر حضرت مسیح فرماتے ہیں :-

"لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے۔ مگر ابنِ آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں" (متی ۸/۲۰)

(۸)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ لا تدرکہ الابصار۔ خدا نے موسیٰ کو فرمایا کہ :-

"تو میرا چہرا نہیں دیکھ سکتا۔ اسلئے کہ کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے" (خروج ۳۳/۲۰)

مگر حضرت مسیح ایسے ہی مشہود اور محسوس شکل و صورت والے انسان تھے جیسے اور انسان۔ پھر وہ خدا کس طرح ٹھہر سکتے ہیں۔

(۹)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ السّلام ہے۔ ہر ایک ذلت و بے عزتی سے پاک۔ مگر حضرت مسیح کے متعلق لکھا ہے کہ یہود نامسعود نے (نعوذ باللہ)

"کانٹوں کا تاج بنا کر اُس کے سر پر رکھا۔ اور ایک سرکنڈا اُسکے داہنے ہاتھ میں دیا۔ اور اُس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اُسے ٹھٹھوں میں اُڑانے لگے۔ کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب۔ اور اُس پر تھوکا۔ اور وہی سرکنڈا لیکر اُس کے سر پر مارنے لگے" (متی ۲۷/۲۹ تا ۳۱)

(۱۰)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ خالق ہے۔ مخلوق نہیں۔ مگر مسیح علیہ السّلام کی پیدائش کا حال تو اناجیل میں وضاحت سے مندرج ہے اور متی کا پہلا باب ہی اس قصے کا حامل ہے۔ تو کیا وہ جو اپنی ماں کے پیٹ سے معمولی انسانوں کی طرح پیدا ہوا ہو۔ خدا ہو سکتا ہے۔ کبھی نہیں۔

(۱۱)

خداوند تعالیٰ کی ایک بڑی صفت یعقوب ۱/۱۳ میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ :-

"نہ تو خدا بدی سے آزمایا جا سکتا ہے۔ اور نہ وہ کسی کو آزماتا ہے"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اِدھر متی کی انجیل میں اس امر کا صراحتاً ذکر پایا جاتا ہے کہ مسیح روح کے وسیلے بیابان میں آزمائے گئے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"اُس وقت رُوح یسوع کو جنگل میں لے گیا تاکہ ابلیس سے آزمایا جائے۔" (متی ۴/۱)

(۱۲)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ القدوس ہے یعنی ہر ایک قسم کی نیکیوں کا مجموعہ۔ مگر مسیح علیہ السلام کے متعلق تو یہاں تک اناجیل میں پایا جاتا ہے۔ کہ ایک سردار نے جب آپ سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا کہ "اے نیک اُستاد میں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں" تو آپ فرماتے ہیں:۔

"تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا"۔ (لوقا ۱۸/۱۹)

(۱۳)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ قائم بالذات ہے۔ مگر مسیح علیہ السلام کی ہر ایک خوبی خدا کی عطا کردہ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"مَیں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا۔ اُسی نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ کیا کہوں اور کیا بولوں"۔ (یوحنا ۱۲/۴۹) پھر فرماتے ہیں:۔

"جو کچھ مَیں کہتا ہوں۔ جس طرح باپ نے مجھ سے فرمایا ہے اُسی طرح کہتا ہوں"۔ (یوحنا ۱۲/۵۰)

"اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا بلکہ جس طرح باپ نے مجھے سکھایا اُسی طرح یہ باتیں کہتا ہوں"۔ (یوحنا ۸/۲۸)

"میرے بھیجنے والے کی مرضی یہ ہے کہ جو کچھ اُس نے مجھے دیا ہے مَیں اُس میں سے کچھ کھو نہ دوں"۔ (یوحنا ۶/۳۹)

"جس طرح باپ اپنے آپ میں زندگی رکھتا ہے۔ اِسی طرح اُس نے بیٹے کو بھی یہ بخشا کہ اپنے آپ میں زندگی رکھے۔ بلکہ اُسے عدالت کرنے کا بھی اختیار بخشا"۔ (یوحنا ۵/۲۶)

(۱۴)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ قوی ہے اور طاقت و جبروت والا ہے۔ خود اِن الفاظ میں اِس صفت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ:۔

"خداوند جو قوی اور قادر ہے۔ خداوند جو جنگ میں زور آور ہے"۔ (زبور ۲۴/۸)

مگر حضرت مسیحؑ کے متعلق لکھا ہے:۔

"ہاں وہ کمزوری کے سبب سے صلیب دیا گیا"۔ (۲۔ کرنتھیوں ۱۳/۴)

اور لکھا ہے۔ سردار کاہن اور فقیہی ٹھٹھا کرتے ہوئے کہتے:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"اس نے اوروں کو بچایا۔ اپنے تئیں نہیں بچا سکتا۔ یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے اب صلیب پر سے اتر آئے۔ تو ہم اس پر ایمان لائیں۔" (متی ۲۷/۴۲)

گو صرف صلیب پر مخالفین کا چڑھا دینا ہی الوہیت کی قوت کے منافی دکھائی دیتا ہے مگر مخالفین کا ایسا کہنا کہ اگر صلیب پر سے آپ اتر آئیں۔ تو ہم ایمان لانے کو طیار ہیں۔ اور پھر اتر نہ سکنا اور زیادہ عجز پر دلیل ہے۔

(۱۵)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ معبود ہے۔ سمیع الدعا ہے مگر حضرت مسیحؑ خود دعائیں مانگتے اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ یعنی عابد تھے نہ کہ معبود۔ حوالجات ملاحظہ ہوں۔

(۱) عبرانیوں ۵/۷ "اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب اس کی سنی گئی۔"

(۲) لوقا ۶/۱۲ "اور ان دنوں میں ایسا ہوا کہ وہ پہاڑ پر دعا مانگنے کو نکلا۔ اور خدا سے دعا مانگنے میں ساری رات گذار دی۔"

(۳) متی ۲۶/۳۹ "پھر تھوڑا آگے بڑھا۔ اور منہ کے بل گر کر یہ دعا مانگی اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔"

(۴) متی ۲۶/۴۵ "انہیں چھوڑ کر پھر چلا گیا۔ اور وہی بات پھر کہہ کر تیسری بار دعا مانگی۔"

(۱۶)

خدا کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ العلیم ہے۔ مگر مسیح ناصری علیہ السلام میں یہ بھی صفت نہیں پائی جاتی۔ گو کہنے کو عیسائی بعض دفعہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ آپ عالم الغیب ضرور تھے مگر ذیل کے حوالجات سے کتنی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایسا دعویٰ کرنا سراسر غلط ہے:۔

ا۔ متی ۲۴/۳۶ "لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ۔"

ب۔ مرقس ۹/۱۴ تا ۱۷ "اور جب وہ شاگردوں کے پاس آئے تو دیکھا کہ ان کے چاروں طرف بڑی بھیڑ ہے۔ اور فقیہہ ان سے بحث کر رہے ہیں۔ اور فی الفور ساری بھیڑ اسے دیکھ کر نہایت حیران ہوئی اور اس کی طرف دوڑ کر اسے سلام کرنے لگی۔ اس نے ان سے پوچھا تم ان سے کیا بحث کرتے ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ سوال کرنا کہ تم کیا بحث کرتے ہو؟ بتلا رہا ہے کہ آپ کو علم نہ تھا۔ پس علمِ غیب کی آپ میں نفی ثابت ہوئی۔

ج۔ مرقس ۹/۲۰و۲۱ "جب اُس نے اُسے دیکھا تو فی الفور رُوح نے اُسے مروڑا اور وہ زمین پر گرا اور کف بھر کر لوٹنے لگا۔ اُس نے اُس کے باپ سے پوچھا یہ اِسکو کتنی مُدت سے ہے۔ وہ بولا بچپن سے۔"

د۔ مرقس ۵/۳۰ "یسوع نے فی الفور اپنے میں معلوم کر کے کہ مجھ سے قوّت نکلی۔ اُس بھیڑ میں پھر کر کس نے میری پوشاک چھوئی۔ اُس کے شاگردوں نے اُس سے کہا تو دیکھتا ہے کہ بھیڑ تجھ پر گری پڑتی ہے۔ پھر تُو کہتا ہے مجھے کس نے چھوا۔"

ہ۔ متی ۲۱/۱۸ "اور جب صبح کو پھر شہر میں جاتا تھا تو اُسے بھوک لگی۔ اور انجیر کا ایک درخت راہ کے کنارے دیکھ کر اُسکے پاس گیا۔ اور پتوں کے سوا اُس میں کچھ نہ پا کر اُس سے کہا کہ آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے۔"

بھلا علمِ غیب ہوتا تو پہلے سے ہی معلوم کر لیتے کہ یہ بے پھل درخت ہے وہاں جانے کی تکلیف کیوں اُٹھاتے۔

ن۔ متی ۷/۲۳ "اُس وقت میں اُن سے صاف کہدونگا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی۔ اے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ۔"

اب جبکہ کوئی بھی الٰہی صفت حضرت مسیحؑ میں ہمیں نظر نہ آئے۔ تو ہم کس طرح انہیں اقنومِ ثانی مان لیں؟

مسیحِ ناصری علیہ السّلام خدا کے ایک نبی تھے

حقیقی بات یہ ہے کہ مسیحِ ناصری خدا کے ایک برگزیدہ انسان تھے۔ جنہیں نبوّت کے جامہ میں ملبوس کر کے اہلِ دنیا کی اصلاح کے لئے خدا نے مبعوث فرمایا۔ اور یہ بات خود عہدِ جدید سے ثابت ہے۔

ثبوتِ اوّل۔ چنانچہ متی کی انجیل سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اپنے وطن میں ایک موقع پر جب روحانی علوم کی تعلیم لوگوں کو دی تو سُننے والے حیران ہو کر بول اُٹھے کہ:۔

"اِس کو یہ حکمت اور معجزے کہاں سے مل گئے۔ کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں۔ اور کیا اِس کی بہنیں ہمارے ہاں نہیں۔ پھر یہ ساری باتیں اِسکو کہاں سے آ گئیں۔"

مسیحِ ناصریؑ نے اُن کے ایسے دل آزار کلمات سُنکر فرمایا کہ:۔

"نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزّت نہیں ہوتا۔" (متی ۱۳/۵۷)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثبوت دوم:۔ بعض لوگوں نے حضرت مسیحؑ سے کوئی نشان طلب کیا۔ تو آپؑ نے اُن پر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ

"دکھن کی ملکہ اِس زمانے کے آدمیوں کے ساتھ عدالت کے دن اٹھ کر انہیں مجرم ٹھیرائیگی۔ کیونکہ وہ دنیا کے کنارے سے سلیمان کی حکمت سننے کو آئی۔ اور دیکھو یہاں وہ ہے جو سلیمان سے بھی بڑا ہے۔ نینوہ کے لوگ اِس زمانے کے لوگوں کے ساتھ عدالت کے دن کھڑے ہو کر انہیں مجرم ٹھیرائینگے۔ کیونکہ انہوں نے یونس کی منادی پر توبہ کر لی اور دیکھو یہاں وہ ہے جو یونس سے بھی بڑا ہے۔" (لوقا ۱۱/۳۱-۳۲)

اِسجگہ آپؑ نے سلیمان اور یونس علیہما السلام پر اپنی فضیلت ظاہر کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ نبی پر فضیلت اپنے آپکو نبی ہی دے سکتا ہے نہ کہ غیر۔ وگرنہ خدا ہو کر یہ کہنا کہ میں یونس اور سلیمان علیہما السلام سے بڑا ہوں بالکل بے معنی بات تھی۔ اسی قول کی طرح آپ کا وہ دوسرا قول بھی ہے۔ جو اِن الفاظ میں اناجیل میں موجود ہے کہ:۔

"اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے۔ تو میرا بھی یقین کرتے۔ اسلئے کہ اُس نے میرے حق میں لکھا ہے لیکن جب تم اُس کے نوشتوں کا یقین نہیں کرتے تو میری باتوں کا کیونکر یقین کرو گے۔" (یوحنا ۵/۴۶)

یہاں بھی موسیٰؑ کی مثال دیکر اپنے آپ کو انبیاءؑ ہی کے زمرہ میں آپ نے شامل فرمایا ہے۔

ثبوت سوم:۔ آپ کی نبوت کا پتہ ایک عورت کی کلام سے بھی چلتا ہے۔ جو اُسکی مسیح ناصریؑ کے ساتھ ہوئی۔ عورت کہتی ہے:۔

"اے خداوند مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تُو نبی ہے۔" (یوحنا ۴/۱۹)

اور آپ نے اِسکی کوئی تردید نہیں کی۔ حالانکہ ضروری مواقع پر آپ مناسب تردید عورت کی بعض باتوں کی کرتے چلے آتے تھے۔ مگر اُس کے اِس قول پر آپ نے تردید کے لئے اپنی زبان سے کوئی بھی لفظ نہیں نکالا۔

اسی طرح کے اور بھی ۲ دو حوالے دیکھئے:۔

(۱) متی ۲۱/۱۰ "اور جب وہ یروشلم میں داخل ہُوا۔ تو سارے شہر میں ہل چل پڑ گئی اور لوگ کہنے لگے یہ کون ہے۔ بھیڑ کے لوگوں نے کہا یہ گلیل کے ناصرۃ کا نبی یسوع ہے۔"

(۲) لوقا ۷/۱۶ "سب پر دہشت چھا گئی۔ اور وہ خدا کی بڑائی کر کے کہنے لگے کہ ایک بڑا نبی ہم میں اُٹھا ہے اور یہ کہ خدا نے اپنی اُمت پر توجہ کی ہے۔"

قرآن مجید بھی اِسی حقیقتِ صادقہ کو اِن الفاظ میں اہلِ عالم کے سامنے پیش کرتا ہے:۔

اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ وَجَعَلْنٰہُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ۔

خاکسار محمد یعقوب عفی اللہ عنہ محلہ دار الفضل۔ قادیان دار الامان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الجنة تحت اقدام اُمھاتکم

(۱) پھر اللہ میاں کے پاس کیا رہا۔ کیا فیضع الجبار قدمیه (رحلیه)؟

(۲) خدا نے تو ہمیشہ ماں اور باپ دونو کو راضی رکھنے کی تعلیم دی لیکن رسولؐ صرف ماں کی طرف جھکے ہوئے ہیں؟

(۳) صرف ماں کو راضی رکھنا کافی ہے؟ اور کسی عمل کی ضرورت نہیں یا کم از کم اتنی نہیں جس قدر کہ اس کی۔

(۴) ماں اگر خود ہی کندہ جہنم ہو؟۔

یہ چار سوال ہیں جو اس منطوق پر وارد ہو سکتے ہیں۔

دو پہلو اس کے معنی کے ہو سکتے ہیں۔ خاص۔ عام

خاص پہلو یہ ہو سکتا ہے کہ "کم" کے مخاطب چونکہ مومنین ہیں اس لئے امھاتکم سے مراد امھات المومنین لئے جائیں قرآن شریف نے بھی وازواجہ امھاتھم کہا ہے۔ اندریں صورت معنی یہ ہوئے کہ جنت امھات المومنین کے قدموں کے نیچے ہے۔ اس مضمون کے پھر دو رنگ ہو سکتے ہیں۔

(الف) پہلا رنگ یہ ہے کہ اسے منقبت سمجھا جائے جس طرح حسنین علیہما السلام کے متعلق فرمایا سید اشبان اھل الجنہ

(ب) دوسرا یہ ہے کہ اسے اظہار حقیقت سمجھا جائے کہ جس راستہ پر ان ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کا قدم پڑا وہی جنت کی سیدھی راہ ہے۔

آؤ دیکھیں کس راہ پر وہ گامزن تھیں کہ انکی پیروی جنت کی کفیل ہے۔ اس راستہ کی بھی دو پگڈنڈیاں ہیں عام۔ خاص۔

عام۔ ایک راستہ وہ ہے جسپر ساری امھات المومنین نے چلکر بتلایا کہ ہمیں جنت مل گئی۔ اور اسمیں کسی بیوی کی کوئی خصوصیت نہیں۔ دیکھنا چاہیئے:۔

یہ کون تھیں؟ شہزادیاں اور شریف زادیاں جنکی ہمقوم اور ہمرتبہ خاتونوں نے کہا تھا۔ نحن نبات طارق نمشی علی النمارق۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آکر انہیں کھجوروں اور جَو کی سوکھی روٹی پر قناعت کرنی پڑی۔ کچے گھروں اور کھری زمین پر سونا پڑا۔ ہفتوں گھروں میں آگ جلانیکی نوبت بھی نہیں آتی تھی۔ جب انکا خاوند (فداہ روحی) بادشاہ ہوا۔ اس کامیاب جنرل کے ادنیٰ ادنیٰ سپاہیوں کو۔ زر و مال اور لونڈی غلام تقسیم ہونے لگے۔ تو ان ازواج نے ایک وفد کی صورت میں متفقہ طور پر اپنے حقوق مانگے۔ انصاف اور قانون اور تہذیب کی رو سے اس تقاضے میں وہ حق بجانب تھیں۔ عام سپاہیوں کی بیویاں جب مال غنیمت سے مالامال ہو رہی ہیں تو جنرل کی بیویوں کا استحقاق بدرجہ اولیٰ ہے۔ پھر ان مطہرات کے تنہ طرح کے حقوق اسلام پر تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ وہ خود مسلمان تھیں۔ ان کا شوہر جنرل تھا۔ انکے باپ اور انکے پہلے خاوندوں نے اسلام کی شاندار خدمتیں کی تھیں۔ ایسے منصفانہ۔ جائز اور بروقت تقاضے کا جواب اسقدر خشک۔ حوصلہ شکن دیا جاتا ہے جس کی حد نہیں۔ صاف کہدیا جاتا ہے۔ ان کنتنّ تردن الحیٰوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واُسرحکن سراحًا جمیلا۔ وان کنتن تردن اللّٰہ ورسولہ والدار الاٰخرۃ فان اللّٰہ اعدّ للمحسنٰت منکن اجرًا عظیمًا۔

انکے سامنے خدا اور رسولؐ کے ساتھ فقر و فاقہ کی زندگی ایک طرف رکھی جاتی ہے اور دوسری طرف دنیا اور اُسکے آرام و آسائش۔ اور اُنہیں انتخاب کا اختیار دیا جاتا ہے تو وہ فقر و فاقہ کو قبول کرتی ہیں لیکن خدا اور رسولؐ کو نہیں چھوڑتیں۔

یاد رہے کہ ان میں بعض شہزادیاں ہیں اور عمر سے ڈھلی ہوئی بیوہ ہیں جن کو عادتًا اور ضرورتًا آرام کی ضرورت ہے۔ اور جنکے لئے ایسی ہولناک فقر و فاقہ کی زندگی خودکشی کی مرادف ہے۔ خصوصًا اس علم کے ساتھ کہ اسباب مہیّا ہیں لیکن دیا نہیں جاتا۔

یہ ایک ایسا نمونہ ہے کہ جسکی نظیر دنیا پیش نہیں کر سکتی اور یہ ایک ایسی روح ہے جسکو کوئی بڑا رسول ہی اپنے جیسوں میں پھونک سکتا ہے (تعجّب ہے کہ ایک عیاش قوم کی تقریبًا ایک درجن مختلف العمر۔ مختلف الاحوال عورتوں میں یہ روح کس طرح پیدا ہوگئی؟) مسری گوتم بدھ کی طرح دنیا سے بھاگ کھڑے ہونا آسان ہے لیکن ایک عورت کا بادشاہ کے گھر رہ کر فقیروں سے بھی زیادہ تکلیف اٹھانا بہت مشکل ہے۔

کیا یہ سپرٹ جنّت کی کفیل نہیں۔ کیا اُمہات المومنین کا یہ فعل تصویری زبان میں انّ اللّٰہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ کی تفسیر نہیں تھا؟

صنفِ نازک کی ان نازک اندام "قواریر" نے ان خاردار راہوں پر چل کر بتلادیا کہ یہ کہنا کہ ان پر سے چلنا انسانی طاقت سے بالاتر ہے ایک نفس کا دھوکہ ہے۔ بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ خیر وابقٰی۔ اس لئے فرمایا کہ جنّت چاہتے ہو تو اُمہات المومنین کے نقشِ قدم پر چلو۔

خاص۔ امہات المومنین کے بعض مخصوص طرق اور مخصوص ادائیں ہیں جن سے انکو یہ امتیاز حاصل ہوگیا ہے کہ جنّت کو انکے اقدام کے نیچے ڈال دیا جائے۔ اختصار کے ساتھ کچھ عرض کیا جاتا ہے:۔

(۱) ام المومنین حضرت خدیجہ پر اللّٰہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں اور برکتیں ہوں کہ انہوں نے باوجود اسکے اپنے خاوند سے عمر میں اور مال میں بڑی تھیں لیکن غمگساری اور وفاداری اور خدا کی راہ میں مال کے خرچ کرنے کا وہ نمونہ دکھایا کہ اس عظیم المرتبہ رسولؐ کو آپ کی جدائی کا "حزن" ممنون ہی رہا۔ آپنے دنیا کے سامنے سارے مذاہب کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خلاصہ۔ فلسفہ اخلاق اور فلسفۃ الحیات کا نچوڑ رکھ دیا ہے۔ کتنے زریں اصول ہیں اِنَّكَ لَتَصِلُ الرحم وتصدق الحدیث۔ وتکسب المعدوم وتحمل الکل وتعین علی نوائب الحق نبی کی شان خود ستائی سے ارفع ہے۔ خدیجہؓ نے ہمیں بتلایا کہ قبل از نبوت تمہارا نبی ایسا تھا۔ اور باتوں باتوں میں یہ بھی کہدیا کہ ان اوصاف کا متصف نبی بلکہ خاتم النبیین بن سکتا ہے تو تم ان اوصافہ کو اختیار کر کے جنتی ضرور بن سکتے ہو۔

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا احسان قیامت تک مسلمانوں کی گردنوں پر ہے۔ نصف العلم انہوں نے ہمیں سکھایا۔ رسول اللہؐ کا اسوۂ حسنہ جنت اور محبوبیت الٰہی کا ضامن ہے، اسوۂ حسنہ کی چھوٹی بڑی باتیں ہمیں عائشہؓ سے کسقدر ملی ہیں؟ اس کا جواب صحیح کتابیں دینگی۔ آپ رضؓ نے روزمرہ معاملات سے لیکر نبوت تک کے مسائل کا مجتہدانہ اور عالمانہ فیصلہ کیا ہے۔ کس شانِ اجتہاد سے فرماتی ہیں۔ قولوا خاتم النبیینؐ ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔ اپنے خیال پر نہ کوئی دلیل دی نہ کسی کی رائے اپنی تائید میں پیش کی دو ٹوک فیصلہ کر دیا کہ یوں کہو اور یوں نہ کہو۔ حالانکہ کوئی پوچھ سکتا تھا کہ جب آنحضرتؐ نے لا نبی بعدی فرما دیا تو آپ اسکے برخلاف کہنے والی کون۔ لیکن نزاکت استدلال کو دیکھ کر فرمایا کہ خاتم النبیینؐ جب ہمارے سامنے ہے تو لا نبی بعدی۔ کے معنی اُسکی روشنی میں کرنے پڑینگے۔

(۳) حضرت سودہؓ۔ حضرت ام حبیبہؓ۔ حضرت ام سلمہؓ وہ ہیں جنہوں نے ابتداء اسلام کی مصیبتیں جھیلیں اور اپنے شوہر کے ساتھ حبش کی طرف ہجرت کر گئیں۔ مشیت نے انکا وہاں بھی امتحان لیا۔ انکے خاوند خدا کی راہ میں کام آئے۔ لیکن اُنکے استقلال اور اُنکے ثبات کو لغزش نہیں آئی۔ اُنکو بدلہ بھی وہ ملا کہ قیامت تک عورتوں کو رشک رہیگا۔

(۴) حضرت ام حبیبہؓ نے غیرت اسلامی کا ثبوت یوں دیا کہ ایک بار اُنکے باپ ابو سفیان جو اُسوقت کافر تھے اور مکہ کے رئیس اعظم تھے اُنکو دیکھنے آئے اور ایک دری پر بیٹھ گئے۔ بیٹی نے اپنے ذی عزت باپ کے نیچے سے وہ دری نہایت ترشروئی سے گھسیٹ لی کہ اس دری پر آنحضرتؐ کا مطہر و مقدس وجود جلوہ افروز ہوتا ہے تم جیسے آلودہ نجاست شرک کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اسکو اپنی ناپاک نشست سے آلودہ کرو۔

(۵) حضرت زینبؓ نے اطاعت کا وہ بے نظیر نمونہ دکھلایا جسپر آج فرزندانِ اسلام بھی عمل نہیں کرتے۔ آپ قریش کی شریف زادی تھیں۔ اور اب تو آنحضرت صلعم کے سبب سے آپکے خاندان میں نبوت اور بادشاہت دونو آگئی تھیں۔ ایسے وقت میں آپکو کہا جاتا ہے کہ ایک آزاد کردہ غلام سے شادی کر لو تاکہ مساوات کا سبق لوگوں کو سکھایا جائے۔ آپنے اپنے نفس پر جبر کر کے وہ اطاعت دکھلائی کہ آپ ہی کے شایاں تھی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عام پہلو:۔ اس حدیث کا عام پہلو یہ ہو سکتا ہے کہ اس خطاب کو عام سمجھا جائے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خطاب خاص ہوتا ہے لیکن مراد اُس سے عموم ہوتی ہے مثلاً حب الدنیا من دُنیا کم۔ اندریں صورت "طبقہ نسوانی" اس کا مخاطب ہوگا۔ کون نہیں کہتا کہ بچّے کی اُٹھان اور اُسکی تربیت بالکل ماں ہی کے ہاتھ میں ہے۔ جسکے خیالات کا اثر رحم میں رہنے والے جنین پر پڑتا ہے اُسکی تربیت اور اُسکے نمونہ اور اُسکی رفتار و گفتار کا اثر کسقدر گہرا نہ ہوگا جھوٹ بولنا مائیں سکھاتی ہیں۔ حسد۔ بُغض۔ کینہ کی عادت مائیں ڈلواتی ہیں۔ عدم انقیاد۔ سرکشی کا مادہ مائیں پیدا کرتی ہیں۔ لڑائی مائیں سکھاتی ہیں۔ بچّہ اُن سے بالکل اسی طرح یہ عادتیں سیکھتا ہے۔ جس طرح کہ زبان جو وہ بولتی ہیں یقیناً مائیں چاہیں تو جنّت میں لیجائیں۔ چاہیں تو دوزخ میں دھکیل دیں۔ ابواہ یھودانہ وینصرانہ ویمجسانہ۔ اکیلی ماں اپنے بچّہ کو مسیحیت کے رنگ میں رنگین کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ خود حضرت مریم کی طرح صدّیقہ ہو۔

(نوشتہ عبدالحلیم کٹکی)

دائیں ہاتھ کو کیوں فوقیت حاصل ہے؟

(مترجمہ ماسٹر نذیر خاں صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان)

مسٹر ربورس کا پیش کردہ "دماغ کی دو کوٹھریاں" (جس کی وضاحت حال ہی میں اُس نے اپنے الفاظ میں ڈائیجیسٹ کے پرچہ میں کی ہے اور اُس پر مختلف ماہران علم النفس کی تنقیدات نے ہمارے ناظرین رسالہ میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی ہے۔ اکثروں نے ہمیں خطوط لکھے ہیں جو از حد دلچسپ ہیں۔ مگر نقل کرنیکے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں۔ اس مسئلہ کو اور زیادہ واضح کرنے کے لئے ہم ڈاکٹر رابرٹ کنگ میں اوف بروک لن نیویارک کے مضمون کا ایک حصّہ جو اُس نے میڈیکل ٹائمز نیویارک میں دیا ہے پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر کنگ مین نے اس مسئلے کو خاص طور سے سالہا سال تک زیر مطالعہ رکھا ہے۔ اور ڈائجسٹ میں ایک چٹھی کے ذریعہ وثوق سے بیان کیا ہے۔ اُس نے اس کی تحقیقات موجودہ شائع شدہ سے بہت زیادہ آگے بڑھا دی ہے۔ وہ اپنے مضمون میں لکھتا ہے:۔

تھوڑا عرصہ گذرا ہے۔ کہ بروکلن کے ایک چھوٹے سے سکول کی اُستانی جس کا دہنا بازو ٹوٹ گیا تھا جب واپس جماعت میں آئی۔ اور بائیں ہاتھ سے تختہ سیاہ پر سوالات لکھنے لگی۔ تو بچّے کچھ نہ سمجھ سکے۔ اُس نے دائیں طرف سے لکھنا شروع کیا اور بغیر کسی قسم کا فرق محسوس کئے بائیں طرف کو لکھتی چلی گئی۔

یہ سوال ہے۔ کہ اُس اُستانی کو کیوں ایسا واقعہ پیش آیا۔ اس انحراف کا مطلب دماغ کی دہنی طرف کی کوٹھڑیوں کا استعمال میں لانا تھا۔ جنہیں عام طور پر لکھنے یا پڑھنے میں استعمال نہیں کرتے۔ دماغ کے ان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دونوں حصّوں کی اس نابرابر عمل کا سبب فزیالوجی کی اس حقیقت میں مضمر ہے۔ کہ بائیں جانب کی رگوں کی شاخیں دماغ کی جڑ میں سے گذر کر جسم کے دوسرے حصّہ میں جاتی ہیں۔ اور دائیں جانب کی رگوں کی شاخیں دوسری طرف گذر کر جسم کے بائیں جانب کے تمام حصّے کا انتظام رکھتی ہیں۔ پس طبعی طور پر دماغ کا وہ حصّہ جو جسم سے زیادہ کام آتا ہے۔ زیادہ نشوونما پاتا ہے ٭

تھوڑے ہیں جو یہ جانتے ہیں۔ کہ ہم میں سے چھیانوے فیصدی بائیں ہاتھ کا استعمال کرنے والے نہیں ہوتے۔ وہ نہ صرف دائیں ہاتھ کو ہی استعمال کرتے ہیں بلکہ دہنا پاؤں۔ دہنا بازو۔ دہنی ٹانگ اور دہنی آنکھ ہی استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے جسم کی دہنی طرف کی کھال زیادہ حساس ہوتی ہے۔ اور پینتالیس سال کی عمر تک دہنی طرف کے بال کسی قدر کثرت اور تیزی سے اُگتے ہیں۔ قوّتِ لامسہ۔ ذائقہ اور شامہ دہنی طرف زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔ نیز گرمی اور سردی کا احساس بھی دہنی جانب زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بائیں جانب کی نسبت دہنی جانب سے دھیمی آواز سُننا بھی آسان ہوتا ہے۔

ہم میں بہت ہیں۔ جو یقین کامل رکھتے ہیں۔ کہ ہمارے جبڑے کے نقش دونو طرف یکساں ہوتے ہیں۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ یک چشمی تصویر لینے کے لئے فوٹوگرافر بائیں جانب کو ترجیح دیتا ہے۔ کیونکہ اس طرف کے نقش کم گہرے ہوتے ہیں۔ پس معلوم ہُوا کہ ہم چہرے کے لحاظ سے بھی دہنے ہیں۔ مختصر یہ کہ دہنے ہاتھ کو استعمال کرنیوالا آدمی اپنے تمام بیٹھوں حسوں اور انکے استعمال کے لحاظ سے بھی دہنا ہوتا ہے۔ اور برعکس دماغ کے لحاظ سے بایاں۔

سائنس دانوں کو اعضاء کے لحاظ سے دہنا ہونے اور خاص کر ہاتھ کے لحاظ سے دہنا ہونے نے بہت حیران کیا ہے۔

ایک مروّج تھیوری کے لحاظ سے عادت اور تربیت یقینی طور پر اثر ڈالنے والی سمجھی گئی ہیں۔ اس تھیوری کی تصدیق کے لئے بچّوں کو سائنس کے اصولوں کے مطابق ایسے طریق پر پرورش کیا گیا۔ جو اُنکے میلان طبع کو روکنے والے تھے۔ مگر ہمیشہ یہی دیکھنے میں آیا۔ کہ وہ چھ یا سات ماہ کی عمر میں ہی چھپیں اور ایک کی نسبت سے دہنے ہاتھ کے استعمال کو بیّن ترجیح کے ساتھ ترقی دینے لگ پڑے۔ برعکس اسکے بہت (بچّے بائیں ہاتھ کو استعمال کرنے والے) بچّے ہٹ دھرمی سے بائیں کے استعمال کو ترجیح دیتے ہوئے پائے گئے۔

اور بہت سی مفروضہ تھیوریوں میں سے ایک کی بنا اس بات پر ہے۔ کہ انسانی جسم کا مرکزِ ثقل بوجہ اندرونی اعضاء کی تقسیم کے کسی قدر درمیانی لائن سے دہنی طرف کو واقع ہے۔ دہنے پاؤں اور دہنی ٹانگ پر زیادہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو انسان کرتا ہے۔ اس کا ایک باریک اثر (اچھا یا بُرا) اسکی روح پر بھی باقی رہتا ہے۔ اس روحانی اثر کو مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ اگلے جہان میں جاکر اسکو سزا دی جائے۔ یعنی اسکا علاج کر کے بیمار روح کو تندرست بنایا جائے۔ یعنی جس طرح قوانین صحت یا قوانین شریعت کی خلاف ورزی سے لاحق ہونیوالی جسمانی امراض کا علاج اس دنیا میں کیا جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی بیماریوں کا علاج آخرت میں جاکر ہوگا۔

باقی رہا یہ سوال کہ روح کو سزا کیوں دی جاتی ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ سزا نہیں۔ بلکہ علاج ہے۔ جو سراسر رحمت پر مبنی ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ انبیاء کے ذریعہ روح انسانی کو بیمار کر دینے والے باریک در باریک امور کا علم ہم کو نہ دیتا۔ تو بے شک سزا دینا ظلم تھا۔ مگر جب اس نے ہم کو ان امور کا علم دیدیا ہے۔ اور پھر اگر ہماری غفلت یا سستی سے روح بیمار ہو جائے۔ تو اس کا علاج کرنا کہاں کا ظلم ہے۔ یہ تو سراسر اسکا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہماری روحانی امراض کے علاج کے لئے ہسپتال (دوزخ) بنایا ہے۔

ظاہری طب کی مثال سے یہ اعتراض خوب حل ہو سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ شریعت نے انسان کو گنہگار بنایا ہے۔ ایسا ہی ہے جیسا یہ کہا جائے کہ علم طب کی ترقی نے انسان کو بیمار کر رکھا ہے۔ اور پھر بیمار ہو جانے پر کڑوی ادویہ پلا کر اور اپریشن کی تکلیف دے کر انسان پر ظلم کیا جاتا ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ کوئی ذی عقل انسان ایسا کلمہ مُنہ سے نہیں نکالیگا۔ کیونکہ اسکو علم ہے کہ علم طب نے انسان کو بیمار نہیں کیا۔ بلکہ لوگ خود قوانین صحت کی خلاف ورزی کر کے بیمار ہوتے ہیں۔ اور علم طب کا اور ڈاکٹروں کا یہ احسان ہے کہ وہ بیمار جسم کا علاج کرتے ہیں۔ بتاؤ اگر طب کا علم نہ ہوتا۔ تو کیا انسان بیمار نہ ہوتا۔ یہ ظاہر ہے کہ علم طب کی عدم موجودگی میں بھی انسان کے بیمار ہونے کا ہی احتمال تھا۔ جیسا کہ اس علم کی موجودگی میں ہے اسی طرح اگر شریعت کا علم نہ ہوتا۔ تو بھی انسانی روح بیمار ہوتی) بلکہ علم طب کا عدم وجود ظلم ہوتا۔ کیونکہ انسان بیمار ہو جاتا۔ مگر علاج کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ اسی طرح شریعت کا عدم نزول ظلم ہوتا۔ کیونکہ روح انسانی بیمار تو ہوتی۔ مگر علاج بتانے والا (روحانی ڈاکٹر) کوئی نہ ہوتا اور نہ ہی مریض کو پتہ لگتا کہ اس کی روح بیمار ہے ؂

پھر علم طب نے نہ صرف بیماریوں کا علاج بتایا ہے۔ بلکہ صحت اور بیماری کے درمیان مابہ الامتیاز بھی قائم کیا ہے۔ یعنی اگر علم طب نہ ہوتا۔ تو صحت کی تعریف کوئی نہ جانتا۔ اور نہ ہی یہ معلوم ہو سکتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بوجھ پڑتا ہے جسکی وجہ سے دہنے بازو اور ہاتھ کو زیادہ قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر یہ تھیوری غلط ہے۔ کیونکہ بچے قبل اسکے کہ کسی پاؤں پر بوجھ ڈالیں یا یہ معلوم کریں کہ وہ کسی قدر ۔۔۔۔۔۔ سے باہر آگئے ہیں اپنے ہاتھ کا استعمال شروع کر دیتے ہیں۔ علاوہ اس کے اندرونی اعضا ایسے الٹ پلٹ نہیں ہوتے۔ جو زیادہ بوجھ بائیں پاؤں پر پڑتا ہو۔ اس سے بھی بڑھ کر پُر لطف بات یہ ہے۔ کہ انسان کا ہمشکل بندر دہنا ہونے کی طرف میلان نہیں رکھتا۔ حالانکہ اُسکے اندرونی اعضا مثل انسان کے ہیں۔ اور مرکز ثقل دہنی طرف کو جھکا ہوا ہے۔ بلا شک پہلا انسان بندروں کے ساتھ ملکر یا دونو ہاتھوں کا استعمال کرتا تھا۔ یا ایک کا بھی نہیں۔ اس پرانے زمانے میں غالباً دہنے یا بائیں ہاتھ سے کچھ علامات بتانے کی کوشش کی گئی۔ جو ایسے اظہار خیالات کا ذریعہ ہوں۔ لیک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لکھائی کا طریق پرانے یونانی اور اٹالین کتبوں میں نظر آتا ہے۔ اس مخصوص طرز میں سطریں یکے بعد دیگرے دہنے سے بائیں اور بائیں سے دہنی طرف کو لکھی جاتی ہیں۔ چنانچہ بہت سی زبانیں جیسے عربی۔ آرمینین۔ شامی اور عبرانی دائیں سے بائیں کو لکھی جاتی ہیں۔

تھیوریوں میں سے سب سے زیادہ قرین قیاس یہ ہے۔ کہ اوّل زمانے میں ہاتھوں کے استعمال میں جو طبعی میلان کا فقدان پایا جاتا تھا۔ اسے شروع شروع کے شکار اور لڑائیوں نے بدل دیا۔ بائیں ہاتھ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُس نے ایک قابل عزت عضو یعنی دل کے اوپر ڈھال بٹھا لینے کا کام لیکر دفاعی منصب اختیار کر لیا ہے۔ درآں حالیکہ دہنا ہاتھ لٹھ اور نیزہ لینے کا عادی ہو گیا ہے۔

لیکن ابھی تک کسی تھیوری نے ثابت نہیں کیا کہ کس طرح سے فطرتاً دائیں اور بائیں ہاتھ کا کام طبیعت میں راسخ ہو گیا۔ اغلب امر یہ ہے کہ تحریک طبعی کا اصل باعث وہ غیر مرئی رطوبات ہیں۔ حکماء نے ثابت کیا ہے کہ مرد و عورت کا فرق قد و قامت رنگ و بو بلکہ شکل و شباہت چال ڈھال رطوبات کا نتیجہ ہیں جن کو علمی اصطلاح میں Hormone کہتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم یہ بھی نہ تسلیم کر لیں کہ دایاں یا بایاں ہونا بھی انہی غیر مرئی رطوبات کا نتیجہ ہے۔

بعض ان غدودوں میں سے پینتالیس کی عمر تک عمل کا زبردست تسلط رکھتی ہیں۔ اسکے بعد پھر دوسری رہنما بن جاتی ہیں۔ پہلی تو بہت زور سے دائیں طرف کے اعضا پر عمل کرتی ہیں اور بعد والیوں کا عمل زیادہ تر بائیں طرف پڑتا ہے۔ یہ خیال معقول معلوم ہوتا ہے۔ کہ دہنی طرف پر زیادہ زور سے عمل کرنیوالی غدودوں نے اپنا دائرہ عمل ہاتھ کے استعمال کے کنٹرول اور یقینی تک بڑھا لیا ہو۔ اگر یہ بات ہے۔ تو قدرتاً اُن کا رجحان دہنے ہاتھ کے غلبہ [illegible] ہاتھ سے کام کرنا پہلی عمر کی نسبت آسانی

[illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے سیکھ سکتے ہیں۔ یہ وہی وقت ہے۔ جبکہ دہنی طرف کی غالب غدودیں زوال پر ہوتی ہیں۔ اور ان کا اختیارِ عمل بائیں جانب بلغمی غدودیں۔ لے رہی ہوتی ہیں۔

شیشہ نویسی ایک لمبے عرصے تک ہاتھ کی چالاکی یا سفیدہ بازی خیال کی جاتی ہے۔ ان میں سے کوئی مثال بھی درست نہیں۔ یہ چالاکی ایک مخفی عمل کو کام میں لانا ہوتا ہے۔ جو دماغ کے دہنی جانب نشوونما پاتا ہے جبکہ بائیں جانب کا دماغ معمولی لکھنے کا کام سیکھ رہا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر جے۔ الیف۔ ایلن۔ دونو ہاتھوں کے استعمال کا ماہر جو بعد میں شیشہ نویس ہو گیا لکھتا ہے۔ کہ وہ کسی غیر زبان کی ابجد دہنے ہاتھ لکھنا سیکھتے ہی فوراً بائیں ہاتھ کے ساتھ شیشہ نویسی کے طور پر بغیر کسی مشق کے لکھ سکتا تھا۔ ٹی۔ جی۔ کارپینٹر ایک مشاق سٹینوگرافر کا واقعہ لکھتا ہے۔ جو بندوق سے زخمی ہونے کی وجہ سے بائیں ہاتھ کو لکھنے میں استعمال کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ جب کبھی لکھتے ہوئے اسکی توجہ قائم نہیں رہتی تھی تو بائیں ہاتھ کی لکھائی گاؤ دم ہوتی ہوئی شیشہ نویسی میں بدل جاتی تھی۔ اسکی وضاحت یوں ہوگی۔ کہ بایاں ہاتھ شیشہ نویسی کرنے کے لئے پٹھوں کی اُن حرکات کو کام لاتا ہے جو آسان اور طبعی ہیں۔ کیونکہ شیشہ نویسی کے لئے دماغ کی کوٹھریاں خود بخود بالترتیب دہنے ہاتھ کے ساتھ ہی جبکہ وہ معمولی لکھائی سیکھ رہا ہوتا ہے بن جاتی ہیں۔ ہمارے طریقہ تعلیم یک طرفہ ہونیکی وجہ سے شیشہ نویسی کے مرکز دہنے جانب کے دماغ میں دبے رہتے ہیں۔ لیکن وہ مخفی حالت میں قابلِ حصول ہوتے ہیں۔

کوٹھڑیوں کا دو قسم کا ہونا صرف لکھائی ہی میں نہیں۔ بلکہ پٹھوں کی تمام قسم کی حرکات میں بھی پایا جاتا ہے وہ جو کسی قدر دب جاتی ہے۔ اکثر بچوں میں دیکھنے میں آئی ہے جب وہ دہنے ہاتھ سے کوئی ہنرمندی کی حرکت سیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ہر چند کوشش کے باوجود بھی وہ شروع میں اپنے بائیں ہاتھ کو دہنے ہاتھ والی حرکت پیدا کرنے سے باز نہیں رکھ سکتے۔ جوان بھی بغیر ارادے کے جسم کے دونو طرفوں کو استعمال کر کے اپنے محنت کے کام کو ہلکا کر لیتے ہیں۔ اور اگر بایاں ہاتھ پہلے سے باندھ دیا جائے۔ تو یقینی طور پر دہنے ہاتھ کی حرکات میں مشکل ہو جائیگی۔

دماغ کے دوہرے عمل کی ایک عجیب مثال لکھی ہے۔ ڈاکٹر کنگ میں نے ڈاکٹر بروس کے مریض کی رپورٹ میں دیکھا۔ ایک مریض لگاتار تین صاف اور مختلف زندگی کی حالتوں میں سے گذرا۔ ہر حالت کیرکٹر اور ہاتھ کے عمل کے لحاظ سے پہلی حالت سے جُدا تھی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سوالات اور ان کے جوابات

پہلا سوال یہ ہے۔ آیا اسلام مسئلہ ارتقا کی تائید کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے۔ قرآن شریف کی آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ارتقا کا مسئلہ صحیح ہے۔ تمام قانون قدرت ایک قانون ارتقا پر دلالت کر رہا ہے جس کا انکار ہم کسی صورت میں نہیں کر سکتے۔ قرآن شریف میں تمام روحانی اور جسمانی سلسلوں کو قانون ارتقا کے تابع قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے سب کے آخر میں نازل ہونیکی وجہ بھی یہی بتلائی گئی ہے۔ کہ انسانی دماغ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے اس قابل نہ تھا کہ وہ ان ہدایات کو جو مختلف حالتوں کے مطابق مختلف صورتیں اختیار کرنیوالی ہوں سمجھ سکے۔ اور اسی وجہ سے قرآن کریم کے نزول سے پہلے محدود قومی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے محدود احکامات نازل کیئے جاتے تھے۔ لیکن قرآن کریم ایسے زمانے میں نازل ہوا جب انسان بحیثیت انسانیت بالغ ہو گیا تھا۔ اور اب اس میں یہ قابلیت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ اپنی حالت کا اندازہ لگا کر قرآن کریم ان مختلف احکام میں سے جو مختلف حالتوں کے متعلق نازل ہوئے تھے اس حکم کو منتخب کر لے جو اسکی حالت پر چسپاں ہوتا۔ پس ہر وقت اسکو ایک کامل ہدایت نامہ دیا گیا اور انتخاب کی آزادی اسکو عطا کیگئی۔ اگر انسانی دماغ ایک ہی حالت پر رہنے والا ہوتا۔ تو ایک ہی کتاب اور ایک ہی شرعی نبی دنیا پر نازل ہوتا۔ صوفیاء نے شروع زمانہ اسلام سے اس مسئلہ ارتقا کو بیان کیا ہے۔ حضرت محی الدین صاحب ابن عربی اپنی کتاب فتوحات میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں جو دنیا کی پیدائش کے مختلف دور بیان کیئے گئے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ زمین آہستہ آہستہ بنی ہے۔ اور اس کی بناوٹ کے مختلف دوروں میں اس کی فضا کی حالت ایسی تھی کہ صرف ایک خاص قسم کے حیوان اس میں زندہ رہ سکتے تھے۔ جوں جوں اس کی فضا میں صفائی ہوتی چلی گئی۔ اعلیٰ قسم کے حیوانات پیدا ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آخر میں انسان کا ظہور ہوا جو اپنی لطافت اور نظافت سے تمام حیوانوں سے کامل ہوا۔

دوسرا سوال آپکا یہ ہے۔ کہ کیا ایک جنس تبدیل ہو کر دوسری جنس اختیار کر سکتی ہے؟ اسکا جسقدر حصہ سائنس سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمیں اسپر بحث کرنے کی ضرورت نہیں لیکن مذہبی نقطہ نگاہ سے اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ انساں کسی بندر یا کسی اور جانور سے ایسا ہی پیدا ہو گیا۔ اس پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ نہ خدا تعالیٰ کی قدرت پر اس سے حرف آتا ہے۔ اور نہ مذہب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی سچائی پر اسکی کوئی زد نہ پڑتی ہے۔ لیکن امکان اور واقع میں فرق ہوتا ہے۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں باوجود مسئلہ ارتقاء کے صحیح ہونیکے ارتقاء کا سلسلہ اس رنگ میں نہیں ہوا۔ کہ ادنیٰ جانوروں سے اعلیٰ جانور پیدا ہونے لگے ہوں۔ بلکہ اس رنگ میں یہ قانون جاری ہوا ہے کہ زمین کی پیدائش کے مختلف دوروں میں اس کی حالت کے مطابق یکے بعد دیگرے ادنیٰ کے بعد اعلیٰ استعداد والے حیوانات پیدا ہوتے چلے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ حیوانی ذرّہ پیدا ہوا جو کہ اپنی ذات میں ہی انسان بننے کی قابلیت رکھتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کس قدر عرصہ میں وہ حیات ترقی کر کے انسانیت کے جامہ میں ظاہر ہوئی ÷

تیسرا سوال آپکا یہ ہے کہ کیا انسانی نسل آدم کے ظہور سے پہلے تھی یا آدم کے ذریعہ سے ظاہر ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آدم ایک اصطلاحی لفظ ہے اور ہر دور کے بانی کا نام آدم رکھا جاتا ہے۔ اس دور کا بانی جس میں ہم اس وقت گذر رہے ہیں۔ چھ ہزار سال پہلے ہوا ہے۔ اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ اس آدم سے پہلے بھی انسان ہوا کرتے تھے تو اس کا جواب ہے "یقیناً"۔ اور اگر آپکا مطلب یہ ہے کہ کبھی بھی دنیا کی ابتدا ہوئی ہے یا نہیں خواہ لاکھوں یا کروڑوں برس پہلے تو اس کا جواب ہے "یقیناً"۔ اور جب ہم یہ تسلیم کرینگے کہ انسانی نسل کی کوئی نہ کوئی ابتدا ہے تو ہمیں یہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ کوئی چند انسان یا ایک انسان ایسا تھا۔ جس سے انسانی نسل چلی۔ خواہ اسکی نسبت ہم یہ یقین کریں کہ وہ جانور سے ترقی کر کے انسان ہو گیا تھا۔ یا ہم یہ یقین کریں کہ کوئی ذرّہ حیات اپنی ذات میں ترقی کرتے کرتے انسان بن گیا تھا۔ بہرحال کسی نہ کسی انسان سے انسانی نسل کی ابتدا تسلیم کرنی پڑیگی۔ اور اس کا نام اصطلاحی طور پر آدم رکھنا ہوگا ÷

آپکا جو نیا سوال یہ ہے کہ کیا آدم شرعی نبی تھا؟ میرے نزدیک گو بعض سابق علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ نسل انسانی کا پہلا آدم یقیناً شرعی نبی تھا۔ اگر اسکے لئے کوئی شریعت نہ ہوتی خواہ وہ کتنی ہی مختصر کیوں نہ ہو تو وہ اور اسکی نسل اس راستہ پر کیونکر چلتے جسکی آخری روحانی منزل قرآن کریم اور جس کا آخری ہادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا ÷

یہ سوال کہ روح جسم سے جدا ہو کر کہاں جاتی ہے۔ اور کہاں رہتی ہے۔ اسکے متعلق جو اسلامی تعلیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد ارواح ایک ایسے مقام پر رکھی جاتی ہیں جس میں کہ وہ اپنی ان طاقتوں کو جنہیں وہ دنیا میں حاصل کر چکی تھیں بڑھاتی چلی جاتی ہیں جنہوں نے نیکی کی طاقتوں کو حاصل کیا ہوا تھا۔ ان کے نیکی کے احساسات ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور جنہوں نے بدی کی طرف اپنے آپکو لگائے رکھا ہوتا ہے انکے بدی کے احساسات زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ علم صحیح بھی حاصل ہوتا جاتا ہے۔ اور علم صحیح کی وجہ سے اور بدی کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے جلن اور عذاب بڑھتا جاتا ہے۔ بلکہ ذہنی طور پر وہ سمجھنے لگتا ہے کہ جس طرف میں قدم اٹھا رہا ہوں وہ بری بات ہے۔ مگر جذباتی طور پر وہ اسی طرف کھینچا چلا جاتا ہے۔ پس اس شخص کی مثال اس آدمی کی ہو جاتی ہے جس کا ہاتھ ایک اونٹ سے اور دوسرا ہاتھ دوسرے سے باندھا جائے۔ اور دونو اونٹوں کو مختلف سمتوں میں چلایا جائے۔

ارواح کے لئے کسی زمین کی ضرورت نہیں جو کسی حصہ میں اور کسی مقام پر ارواح ٹھیر سکتی ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ جو ارواح نیکی کی طرف مائل ہوتی ہیں وہ اس دنیا کے ایک ایسے مقام پر رکھی جاتی ہیں جو نسبتی طور پر اوپر کا حصہ کہلا سکتا ہے۔ اور جو ارواح بدی کی طرف مائل ہیں وہ ایک ایسے مقام پر رکھی جاتی ہیں جو نسبتی طور پر نیچے کا حصہ کہلا سکتا ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جو ارواح نیکی کی طرف مائل ہیں وہ جس مقام پر رکھی جاتی ہیں اس کی کیفیات کے لحاظ سے ان کی طبیعت میں وسعت اور بلند پروازی پیدا ہوتی ہے۔ اور جو ارواح بدی کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ وہ جس مقام پر رکھی جاتی ہیں۔ اسکی کیفیت ایسی ہے کہ اس میں رہنے والے روز بروز تنگی کو زیادہ محسوس کرتے ہیں۔

نہ قرآن کریم نے اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ خاص طور پر کونسا مقام ہے کہ وہ ارواح کہاں رکھی جائینگی اور نہ اس کے سمجھنے کی کوئی ضرورت ہے۔ گو ذوقی طور پر بعض استدلال کئے جا سکتے ہیں۔ ہاں یہ بات ہے کہ جگہیں دو ہیں ایک سفلی مقام ہے اور ایک آسمانی مقام ہے اور ان کی کیفیتیں وہ ہیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ مقام دونو محدود ہیں اور دونو کا نام قرآن کریم نے جنت رکھا ہے۔ اور یہ نام درحقیقت اس اصل کے ماتحت ہے جو تمام امور جسمانیہ اور روحانیہ میں تقابل پر دلالت کرتا ہے۔ جس طرح جسم انسانی ایک قبر میں رکھا جاتا ہے اسی طرح اس مقام کا نام بھی قبر رکھا گیا ہے۔ جس مقام میں ارواح رکھی جاتی ہیں۔ بدوں کے رہنے کی جگہ کا نام بھی قبر ہے۔ اور نیکوں کے رہنے کی جگہ کا نام بھی قبر ہے۔ جب زمانہ قبر ختم ہو جائیگا تو جنت جو اپنی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وسعت کے لحاظ سے قبر سے بہت ہی زیادہ ہے (کہ ان دونو کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا) مومن اسکی طرف منتقل ہو جائینگے اور بد ایک ایسی جگہ کی طرف منتقل ہو جائینگے جس کا نام جہنم ہے۔ اور جو تنگی میں قبر سے بھی زیادہ ہے۔ اور احساسات کے کامل نشوونما کی وجہ سے وہاں کی تکلیفیں قبر کی تکلیفوں سے بہت بڑھ کر ہیں ٭

نئے لٹریچر پر نظر

مطلع الانوار حضرت امیر خسرو دہلوی کی مثنوی بہ تنقید و نگرانی جناب مولوی محمد مقتدی خاں صاحب شروانی مطبع یونیورسٹی علی گڈھ میں طبع ہوئی ہے۔ ۲۳۸ صفحے حجم۔ کاغذ چھپائی لکھائی نفیس۔ کلیات خسرو کے طبع کا کام نہایت ہی قابل قدر ہے اور زبان فارسی کا مذاق رکھنے والوں کو خصوصیت سے طابع و ناشر کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔ امیر خسرو۔ خسرو اقلیم سخن ہیں۔ یہ مثنوی دراصل مخزن الاسرار نظامی کا جواب ہے اسکے بعد اور بھی بہت سے شاعروں نے طبع آزمائی کی۔ اور کئی قسم کی جدت نگاریوں سے کام لیا۔ مگر خسرو تک پہنچنا آسان کام نہیں۔ مثنوی مطلع الانوار کی صحت کا اہتمام بہت اعلیٰ پیمانے پر کیا گیا ہے جہاں جہاں کسی دوسرے نسخے سے اختلافات ہے حاشیہ پر دکھا دیا ہے جناب شروانی نے ۶۶ صفحے کا جو مقدمہ مثنوی سے پہلے لکھا ہے اس نے مطلع سخن کو خوب روشن کیا ہے۔ اس مثنوی میں بہت سی مفید اخلاق و تصوف و حکمت کی باتیں مختلف تمثیلوں میں بیان کی گئی ہیں۔ اہل مذاق منگوا کر استفادہ و استفاضہ کریں ٭

الایمان جناب شروانی نے اپنے بچوں کو عقائد اسلامیہ کی تعلیم دینے کے لئے پہلے حصہ اوّل لکھا پھر حصہ دوم میں ارکان ایمان کی تشریح کی۔ عقائد میں کچھ باتیں ایسی بھی لکھدی ہیں جو عامی مسلمانوں کے مشہور عقیدے کے مطابق ہیں اور ہمیں ان سے اتفاق نہیں تاہم یہ بہت کام کا مجموعہ ہے اسمیں ۱۲۵ آیات (یا آیت کا حصہ) اور انکا ترجمہ اور ۲۵۰ احادیث نبوی با اعراب اور انکا ترجمہ جو درج ہے یہ اگر بچے پڑھ لیں تو اسلام کی اخلاقی و ضروری تعلیم سے بچپن ہی میں آگاہ ہو جائیں۔ اسکے علاوہ مشہور پیغمبروں کے سوانح بھی دیئے ہیں خصوصاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے حالات زیادہ تفصیل سے دیئے ہیں قیمت صرف ۱۲ر حجم ۱۵۲ صفحے۔ دونو کتابوں کے ملنے کا پتہ۔ مہتمم مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڈھ ہے ٭

بدھ اور اس کا مت مجھے مدت سے بدھ اور اسکے مذہب کا حال معتبر ذریعے سے معلوم کرنے کا شوق تھا۔ ممنون ہونا چاہیئے جناب نسیم کا کہ مسٹر سٹراس کی کتاب کا ترجمہ اور اسکے ساتھ ایک ضمیمہ خود مترجم پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بدھ مذہب کا فلسفہ کیا پایہ رکھتا ہے۔ بدھ کا سارا زور اس بات پر رہا ہے کہ دکھوں سے نجات اور خورسندی و تسکین خاطر کیونکر حاصل ہو سکے لئے بدھ کی تمنائیں رائے صحیح۔ تمنا صحیح۔ کلام صحیح۔ اعمال صحیح۔ معاش صحیح۔ سعی صحیح۔ فکر صحیح۔ توجہ صحیح کی ضرورت ہے۔ اے کاش خلاصۃً یہ کہدیا جاتا ہے کہ ایمان باللہ سے یہ مقصد حاصل ہوتا ہے مگر نسیم صاحب کے نزدیک یہ سوال بدھ کی راہ میں نہ تھا۔ بہر حال مذہبی مذاق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پڑھنے والوں کو اس رسالے کا مطالعہ بہت کچھ نئے معلومات دیگا اور میں تو سمجھتا ہوں کہ اس سے اسلام ہاں اس اسلام کی جو حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کی روشنی میں سیکھا جائے ہر نہج برتری ثابت ہوتی ہے۔ جناب پنڈت شیو نرائن صاحب شمیم لاہور سے طلب ہو۔

سیرۃ النبی جلد ثالث پر تنقیدی نظر

سیرۃ النبی جناب شبلی صاحب کی تکمیل دار المصنفین اعظم گڈھ میں ہو رہی ہے جلد ثالث پر ہمارے کرم فرما ڈاکٹر محمد عمر صاحب نے ایک ناقدانہ نظر فرمائی ہے۔ جو ایک قابل دید چیز ہے احباب جماعت منگوا کر ضرور پڑھیں۔ اس سے آپکو معلوم ہوگا کہ احمدیت کی تعلیم کا کیا پایہ ہے اور اسکے پیروؤں کے پاس کسقدر علمی و تحقیقی سرمایہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے قدم قدم پر مؤلف سیرۃ النبی اور اسکے ہم خیالوں کو ٹوکا ہے۔ کہ تم ہمارے مرشد ہادی حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی تعلیم اور زندگی پر بھی کیوں نہیں اپنے مسلمات کی بناء پر غور نہیں کرتے۔ پھر انکو بتایا ہے کہ کیونکر انجانے طور پر ہر ذی علم و ہوشمند احمدیت کی تائید کر جاتا ہے۔ شوق کے ہاتھ بڑھیں اس رسالے کو خریدیں اور عقیدت کی آنکھیں اسے دیکھ کر دلی مسرت۔ روحانی کیفیت حاصل کریں قیمت ۸ر کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ۔

ملنے کا پتہ:۔ ڈاکٹر محمد عمر پی۔ ایم۔ ایس بجنور۔ یوپی ؛

ہمارا خدا

تصنیف منیف حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ اس میں کیا شبہ ہے کہ تمام نیکیوں کی جڑ اور کل ترقیوں کی بنیاد۔ خدا تعالیٰ کے ایمان پر ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانے میں یہی عقیدہ۔۔ علمی یا عملی طور پر کمزور ہے اسلئے حضرت صاحبزادہ صاحب کی یہ تصنیف ایک ضرورت کو پورا کر رہی ہے۔ اس رسالہ کے پڑھنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ لکھنے والا قالی نہیں بلکہ حالی مقدس انسان ہے جو بات کہی ہے دل سے کہی ہے اسلئے لاجرم نشیند بر دل کی مصداق ہے۔ ایسے فلسفیانہ اور اصطلاحات سے پر دلائل سے کام نہیں لیا۔ جو اوّل تو عام نوجوانوں کی سمجھ ہی میں نہ آئے اور اگر کچھ فہم میں آئے بھی تو بجائے یقین کے شکوک شبہات بڑھائے۔ بلکہ کچھ اور ملحدانہ باتیں سمجھائے بلکہ اس رسالے میں انسان کے ضمیر سے اپیل کیا گیا ہے۔ اسکے سامنے نظام کائنات اور اجماع اقوام رکھا گیا ہے۔ اور نہایت ہی دلنشین طریقے سے خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسپر ایمان کے فوائد کو ذہن نشین کرایا ہے اور ساتھ ساتھ شکوک و شبہات۔ سوالات و اعتراضات کے غبار کو اڑا دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ کتاب ہر ایسے علاقے کے کالجوں بلکہ ہائی سکولوں کی لائبریریوں میں پہنچا دیجائے۔ جہاں اردو سمجھی جا سکتی ہے۔ انشاءاللہ نوجوانان اسلام کو ایمان باللہ پر مضبوط کرنے کیلئے یہ کتاب نہایت ہی کارآمد ثابت ہو گی۔ اگر ہم میں سے سو جوان ہمت ایسے کھڑے ہو جائیں جو اس کتاب کی دو دو جلدیں کسی کالج ہائی سکول لائبریری میں پہنچا دیں تو ایک مہینے میں یہ کتاب ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک پہنچ سکتی ہے اگر احباب میری اس رائے کو کسی قابل سمجھیں تو سب سے پہلے میں پانچ روپے اس فنڈ میں جمع کراتا ہوں۔ قیمت ایک روپیہ۔ ملنے کا پتہ:۔ بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان۔ لکھائی چھپائی کاغذ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیرت المہدی یہ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کی دوسری تصنیف ہے اس سے پہلے آپ حضرت امام مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق احادیث و روایات کا پہلا حصہ شائع فرما چکے ہیں یہ دوسرا حصہ ہے اس کتاب کا مضمون کیسا لذیذ کیسا پُر کیف کیسا وجد انگیز۔ ایمان کی روح کو تازہ کرنے والا ہے کوئی میرے جی سے پوچھے زبان قلم کیا بیان کر سکے گی۔ بس پیارے کی پیاری باتیں دل کو بھاتی روح کو گرماتی ہیں۔ خدا جزائے خیر دے ان روایات کے جامع کو اور راویان صداقت شعار کو۔ پہلے حصے کی بعض روایات قابل تشریح تھیں اور کچھ اعتراضات بھی ایک معاند سلسلہ کی طرف سے ہوئے تھے ان کے اصولی جواب بھی دیدئیے ہیں جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے حضورؑ کی سیرت پر ایک مضمون فصاحت مشحون لکھا تھا وہ بھی شامل کر دیا ہے حجم ۱۹۲ صفحے۔ قیمت ۱۲/ صحیح چھپی عمدہ چھپی ہے، اچھی لکھائی ہے کاغذ بھی نفیس ہے بکڈپو قادیان سے ملیگی ✣

تاریخ مسجد فضل لنڈن احمدیہ جماعت کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک مشہور عالم رہیگا کہ اس چھوٹی سی غریب جماعت نے انگلستان کے مرکز میں ایک مسجد کی بنا ڈالی جہاں سے اب پانچوں وقت صدائے اللہ اکبر بلند ہوتی ہے اور اعلان کیا جاتا ہے کہ اس زمانہ کا نجات دہندہ **محمد رسول** ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کتاب اسکی تاریخ پر مشتمل ہے اس کتاب کا اصل مسودہ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کی مجلس مبارک میں سنا تھا۔ اختصار کے لئے اس میں بہت قطع و برید کی گئی ہے جس سے پڑھتے پڑھتے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے ہاتھ سے کچھ چھین لیا۔ مگر تاہم ضروری اور اصل مقصد میں کچھ خلل نہیں پڑا۔ اوّل سے آخر تک مسجد کی تجویز اور اسکی بناء کے حالات معلوم ہونگے۔ اس کتاب میں حضرت مسیح موعودؑ اور آپکے ہر دو خلفاء کی تصاویر اور مسجد اور اسکے متعلق امور کے مختلف مناظر دکھائے گئے ہیں تصویریں نہایت عمدہ آئی ہیں اور انکے طبع پر جو خرچ ہوا ہے ۱۲/ قیمت تو انہی سے وصول ہو جاتی ہے، تیس کے قریب صفحات تصویروں کے ہیں ہر صفحے میں کئی کئی تصویریں ہیں۔ مجھے یہ افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اس کتاب کے پروف نہایت عجلت میں دیکھے گئے ہیں اور بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ وجہ یہ کہ دسمبر کے آخری دو ہفتوں میں اسکو چھپوایا گیا اس رواروی میں یہ فروگذاشت ہوئی۔ ملنے کا پتہ :۔ بکڈپو قادیان ✣

لیکچر شملہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا وہ لیکچر جو آپنے شملہ میں مسلمانوں کی انفرادی اور قومی ذمہ داریوں کے متعلق وہ باتیں بتائی ہیں جو صرف اسی وجود باجود کو سوجھ سکتی ہیں۔ جسے خدا نے مسلمانوں کی حقیقی رہنمائی کیلئے چن لیا ہو اور اپنے ہاتھ سے اس منصب پر مقرر کیا ہو۔ رسالہ منگوا کر پڑھئے اور پھر دوسرے تمام لیڈروں کی تحریروں و تقریروں پر نظر ڈال لیجئے اور مجھے بتائیے اگر کسی نے اس سے بہتر کارآمد بات آپکو بتائی ہو اور اسکا نتیجہ بھی درست نکلا ہو۔ یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ہماری جماعت کی طرف سے کل فرقہائے اسلام میں پہنچایا جائے۔ قیمت ۳/ بکڈپو قادیان سے ملے گا ✣

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات

یہ تو ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ اپنے اسلامی خدمات کے لحاظ سے تمام فرقہائے اسلامیہ پر فوقیت رکھتی ہے۔ لیکن اسکے متعلق تفصیلی حالات اور ہمارے نظام کار کو کسی رسالہ میں یکجا نہیں دکھایا گیا تھا۔ خدا جزاء خیر دے اس مرد خدا کو جس نے ایک رسالہ اس موضوع پر رقم فرمایا۔ جسمیں نہایت عمدگی کے ساتھ اپنے تمام تبلیغی مشنوں اور ان کی کارروائیوں کا جستہ جستہ ذکر کر دیا ہے اور دوسرے شرفاء نے اس کام کی جو داد دی ہے یا ہماری خدمات کا جن الفاظ میں اعتراف کیا ہے وہ بھی نقل کر دیا۔ بغیر کسی ریفرینس کے اکثر حوالوں کا جمع کر لینا۔ قابل داد ہے۔ قیمت ۷ر لکھائی چھپائی کاغذ اسکے مضمون کی مانند اعلیٰ و عمدہ بک ڈپو سے منگائیے اور اسکی خوب اشاعت کیجئے کہ یہ تبلیغی مقاصد کے لئے مفید ہے ؛

چند رسالے

برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے مباحثہ منصوری شائع کیا ہے جو میر قاسم علی صاحب اور مولوی محمد محسن صاحب سہارنپوری کے مابین ۱۹۰۹ء میں ہوا تھا۔ ۲۶ صفحے قیمت ۲۰ر

(۲) روحانی علوم وہ دو معرکتہ الآراء تقریریں جو حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے بموقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۰۷ء فرمائیں۔ یہ بھی قابل دید ہیں ۲۰ر (۳) دو تقریریں حضرت امام مسیح موعود علیہ السلام کی جو بموقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء بیان فرمائیں معارف و حقائق کا بحر زخار حجم ۴۸ صفحے قیمت ۳ر (۴) احمدی جنتری ۱۹۲۸ء نہ صرف اسلامی و انگریزی تاریخیں بلکہ کار آمد مضامین کا مجموعہ بس یہ جنتری پاس رکھئے آپکے قبضے میں ایک تبلیغی ذخیرہ بھی ہر وقت رہیگا قیمت ۲۰ر دو روپے کی ۸ - ان ہر چہار رسالوں کی لکھائی چھپائی کاغذ بہت اچھا ہے اور برادر محمد یامین صاحب ان سب باتوں کا خاص خیال رکھتے ہیں آپکی دوکان کی مدد ہم سب کا فرض ہے اسکے لئے زور سے سفارش کرتا ہوں ؛

مشاہدات عرفانی جلد اوّل

یورپ کے سفرنامے تو بہت سے لکھے گئے ہیں جن میں سے کئی ایک مجھے بھی پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ مگر یہ سفرنامہ جو ہمارے مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کا ہے اپنے اندر بعض ایسی خصوصیات رکھتا ہے کہ سب سفرناموں سے فائق ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ۔ اس میں کئی ایک ایسی باتیں ہیں جنکی دوسروں کو ہوا تک نہیں لگی۔ شیخ صاحب نے ایک تماشبین کی طرح مقامات کو نہیں دیکھا بلکہ جو کچھ دیکھا عرفان کی آنکھ سے دیکھا ہے۔ جہاز کے متعلق بھی جو تجربات انہوں نے لکھے وہ خاص طور سے کار آمد اور اصلاحی تجاویز پر مشتمل ہیں صرف قے وغیرہ کی شکایات نہیں جو علی العموم سیاحوں کی طرف سے کی جاتی ہیں پھر مصر میں ایک وقت تو آپ مفسر حقانی کی صورت میں نظر آتے ہیں چنانچہ سورہ کوثر کی وہ عجیب و غریب تفسیر کی ہے کہ لا یمسّہ الا المطھرون - اور دوسرے وقت.... پولیٹکل نقطۂ خیال سے مصر پر نگاہ دوڑاتے ہیں۔ پھر اسلامی تاریخ کے گذشتہ واقعات میں موجودہ اور آئندہ حالات پر تبصرہ کیا ہے۔ بے پروائی کا یہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عالم ہے کہ بڑے بڑے عجائب خانے سے یوں گذر جاتے ہیں جیسے کسی ویرانے سے۔ اور احساس کی یہ کیفیت ہے کہ ایک ریت کے تودے پر آنسو بہلئے ہیں اور دل کھول کر بہائے ہیں۔ تر اب ان کے نام کے ساتھ دیکھ کر شبہ ہوتا تھا کہ شیخ صاحب شاعر بھی ہیں مگر آپکی نثر میں یہ کیفیت انگیز شعریت دیکھ کر اقرار کرنا پڑا کہ آپ واقعی شاعر ہیں اور شاعر بھی پُر مذاق انتہائی سے انتہائی مصیبت اور تنہائی میں بھی ظریفانہ طبیعت آپکے ساتھ ہے اور اس وقت بھی جبکہ رب بما انزلت علیّ من خیر فقیر پڑھ رہے ہیں ایک دو فقرے کسی مقیم کو ایسے کہ گئے ہیں جن سے بے اختیار ہنسی آجائے آپنے وینس وغیرہ کو بھی خوب دیکھا اور دیکھنے والی آنکھ سے دیکھا۔ شیشے کا کام دیکھتے ہیں اور طبیعت المؤمن مرأۃ المؤمن کی تفسیر کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور وہ وہ معارف بیان کیئے ہیں کہ سُبحان اللہ ایک گھڑیال سے دو مورد قوم نکل کر گھڑیاں بجاتے ہیں یہ ایک معمولی نظارہ سمجھا جاسکتا تھا مگر آپ خوب سمجھ گئے کہ یہ در اصل عربوں کی قومی تحقیر اور اپنی قوم کی فوقیت کا اعلان ہے کہ یہ لوگ اب ہمارے گھڑیال بجانے والے ہیں ایسے ایسے موقعہ پر جبکہ دنیا اپنی تمام آرائشوں اور زیبائشوں کے ساتھ کسی گرجا یا تاریخی مقام میں آپکے سامنے آئی ہے آپ کو اسلام اور احمدیت کا مستقبل شاندار نظر آیا ہے یہ وہ قوّت ایمان ہے جو صرف حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے صحابیوں ہی سے مخصوص ہے۔ شیخ عرفانی نے اپنی قوم کو اسکے ہر شان مستقبل کو خوب پہچانا اور وہ ایک منٹ کیلئے کبھی مایوس نہیں ہوئے اور اس طرح کا روحانیت سے معمور پُر امید دل و دماغ لے کر وہ کبھی کسی پادری سے کامیاب مباحثہ اور کبھی کسی مرد سیاست سے ملکی معاملات اور ہندو مسلم تعلّقات پر مکالمہ کرتے ہوئے لنڈن پہنچے۔ اب وہ دوسری جلد میں بتائینگے کہ لنڈن میں کیا دیکھا اور یقیناً یہ اس سے بھی پُر لطف ہوگا اور بہت بد قسمت ہے وہ شخص جو پڑھنا جانتا ہو اور یہ مشاہدات مطالعہ نہ کرے قیمت دو روپے آٹھ آنے۔ ملنے کا پتہ:-

ابو الخیر محمود احمد مجاہد مصری ناظم انوار احمدیہ بکڈپو قادیان

سیرت مسیح موعودؑ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شمائل و عادات و اخلاق کا تذکرہ شیخ عرفانی مدظلہ اپنے قلم صداقت رقم سے فرما رہے ہیں یہ اس سیرت کا تیسرا حصّہ ہے قیمت فی جلد عہ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ - یہ ہماری بد نصیبی ہوگی اگر ہم ان حصص کو جلد از جلد خرید کر شیخ صاحب کو اس قابل نہ کردیں کہ وہ بقیہ حصّے بھی شائع کریں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے تقریر جلسہ سالانہ میں ایک فقرہ فرمایا تھا جو اسکی بہترین داد پر مشتمل تھا۔ مَیں سمجھتا ہوں ہزاروں دلائل بھی خصوصاً صرفی و منطقی مباحث بھی وہ کام نہیں کر سکتے جو سیرت کا ایک صفحہ بلکہ بعض اوقات ایک پیرا جو کسی واقعہ پر مشتمل ہو۔ کر سکتا ہے۔ اور کرتا ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ بد مصالحہ شیخ صاحب کے ساتھ ہی اس گرتہ کی قسمت کا شریک ہو جائے جس پر دست قدرت کے سُرخ چھینٹے پڑے تھے اور جو ہمارے ایمانوں کو تازہ کرنے والا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ بیمار کون ہے۔ اور تندرست کون۔ مثلاً طب نے بتا دیا ہے کہ جس شخص کے جسم کا درجۂ حرارت ۹۷.۵ اور ۹۹.۲ فارن ہیٹ کے درمیان ہو۔ یا جسکی نبض ۷۰-۸۰ تک فی منٹ چلتی ہو یا جسکا سانس ۱۶-۲۰ تک فی منٹ چلتا ہو۔ وہ تندرست ہوتا ہے۔ (سوائے چند ایک استثنائی صورتوں کے)۔ پس طب اگر یہ معیار قائم نہ کرتی۔ تو ہو سکتا تھا۔ کہ ایک شخص جسکو روزانہ ۱۰۰ درجہ کا بخار ہوتا۔ وہ اپنے آپکو تندرست خیال کرتا۔ اور اسی غلط فہمی سے وہ علاج کی طرف توجہ نہ کرتا۔ جسکا نتیجہ ہلاکت ہوتا۔ (چنانچہ دِق کی ابتدا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے) پنجابی میں بھی ایک مثل مشہور ہے کہ کوئی زمیندار ایک دفعہ کہہ رہا تھا کہ "بھادوں کا مہینہ ہو۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی ہو۔ جھولی میں گرم گرم چنے ہوں۔ اور ہلکا ہلکا بخار بھی ہو۔ تو عجیب لطف آتا ہے"۔ اسی طرح شریعت کا علم اگر خدا تعالیٰ کے نبی نہ سکھلاتے۔ تو نیک و بد (یعنی تندرست اور بیمار روح) کے درمیان کوئی امتیاز نہ ہوتا۔ اور ہو سکتا تھا کہ ایک بداخلاق (بیمار روح والا) آدمی یہ سمجھ لیتا کہ اسکی روح بالکل تندرست ہے۔ اور اس خوش فہمی کی بنا پر وہ علاج سے بے پروا رہتا۔ جسکا نتیجہ روحانی موت ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ کا رحم اس بات کا مقتضی تھا کہ وہ اپنے بندوں کو روحانی بیماریوں (گناہ) کا باریک علم سکھائے۔ تاکہ روح انسانی ہلاکت سے بچ جائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ؁

پھر طب نے نہ صرف بیماری کے اسباب اور اسکا علاج بتایا ہے۔ بلکہ حفظِ ما تقدم کے اصول بھی سکھلائے ہیں۔ جن پر عمل کر کے انسان بیماری کو روکنے میں بہت حد تک کامیاب ہوا ہے۔ اور زندگی خوشگوار اور مزیدار بن گئی ہے۔ اسی طرح علم شریعت نے نہ صرف روحانی امراض کے اسباب اور انکا علاج بتایا ہے۔ بلکہ ایسے طریق بتائے ہیں۔ جن پر چلکر انسان گناہ سے بچ سکتا ہے۔ اور اس طرح پر روحانی زندگی کو مزیدار اور پُر لطف بنا دیا ہے۔ جو شریعت کی عدم موجودگی میں ہرگز ممکن نہ تھا۔

سزا کی اغراض

اگر یہ کہا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ انسان کمزور ہے۔ اور باوجود نیّت کی درستی اور نیک بننے کے لیئے صحیح جدّو جہد کرنے کے گناہ کر بیٹھتا ہے تو اسکو سزا کیوں دی جاتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سزا کی کئی اغراض ہوتی ہیں۔ مگر سزا کی حقیقی غرض خواہ بداعمال میں نیّت یا ارادہ موجود بھی ہو۔ اصلاح ہی ہوتی ہے نہ کہ انتقام لینا۔ جس طرح اعمال مختلف حالتوں کے ماتحت صادر ہوتے ہیں۔ اسی طرح سزاؤں کی بھی مختلف

حیاتِ ناصر درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے آکر ایک پاکباز جماعت تیار کی جو اسلام کی فدائی ہے۔ پس یہ دیکھنے کے لئے کہ نبوّت نے اپنا فرض تزکیہ نفوس کس خوبی سے ادا کیا۔ ہم ان وابستگان دامن مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ زندگیوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اس سلسلہ کا نمبر اوّل ہے۔ یعنی حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ عنہ کے خود نوشت سوانح حیات۔ جو دہلی کی زبان میں اس سلاست اس صداقت اور اس فصاحت سے مؤثر پیرائے میں سادگی کے ساتھ بیان ہوئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے ایک خط تبلیغی بھی آپ کا درج کیا گیا ہے جو اپنے اندر بہت سی نادر علمی معلومات رکھتا ہے۔ حضرت میر صاحب کے بہت سے کارناموں کا ذکر بھی شیخ صاحب نے کر دیا ہے۔ (بچوں کے ... قبرستان کے لئے زمین مہیا کرنے کا ذکر غالباً بھولے سے رہ گیا) جو نور ہسپتال نور مسجد دار الضعفاء وغیرہ کی صورت میں بطور صدقہ جاریہ ہمیں نظر آ رہے ہیں۔ حضرت میر صاحب مرحوم پہلے شخص ہیں جو پنجاب کے گاؤں گاؤں میں بغیر کسی پہلی واقفیت کے موجودہ تنظیم سے پہلے پھرے تھے نہ صرف پنجاب میں بلکہ ہندوستان کے کئی شہروں اور قصبوں میں بھی۔ خدا جنّت الفردوس میں آپ کے مراتب بلند کرے اور ہمیں اس آپ کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق ہو۔ قیمت ۱۰/ سیرت اور یہ کتاب بھی انوار احمدیہ بک ڈپو سے ملیگی۔ اس بک ڈپو کو احباب کتابیں خرید کر تقویت پہنچائیں تا کہ شیخ صاحب کے قلم سے بہت کچھ مفید لٹریچر سلسلہ میں مہیا ہو جائے ؞

حسنِ اسلام کچھ عرصہ ہوا ایک عیسائی نے موازنہ انجیل و قرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ میں سمجھتا ہوں عیسائیوں کی طرف سے پنجاب میں اس طریق پر پہلی کتاب تھی۔ جسمیں بزعم خود قرآن شریف کی تعلیم پر انجیل کی تعلیم کو ترجیح دیگئی ہو۔ ہمارے بھائی میرزا محمد صادق صاحب اکونٹنٹ سکرٹری تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ لاہور نے اس کا جواب حسن اسلام ایک رسالہ میں دیا ہے۔ اقوال خواجہ و جواب صادق کے عنوانات سے مخاصم پر اچھی طرح واضح کیا ہے کہ جو تعلیم تم لوگ انجیل نام سے پیش کرتے ہو اس سے قرآنی تعلیم ہزاروں درجے اچھی ہے اور اسکے دلائل بھی دیئے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی قابل قدر اور پاکیزہ کوشش ہے ہمارے بھائیوں کو اس کتاب کی توسیع اشاعت میں خاص توجہ سے کام لیکر نوجوان غیور مصنّف کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے یہ کتاب عیسائیوں میں کثرت سے تقسیم ہونی چاہیئے۔ حجم ۱۰۲ صفحے قیمت صرف ۶/ علاوہ محصولڈاک۔

حاجی محمد موسیٰ اینڈ سنز سائیکل مرچنٹس لاہور سے طلب کریں ؞

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لیکچر دینے والے ایک ہزار ایسے شیدائیوں کی ضرورت ہے۔ جو ۲۰ رجون کو رسول کریم صلعم کی مطہر زندگی آپ کے بنی نوع پر احسانات اور مخلوق خدا کے لئے آپ کی بے نظیر قربانیوں پر لیکچر دے سکیں۔ احمدی۔ غیر احمدی بلکہ حضور انورؐ سے اخلاص رکھنے والے غیر مسلم بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اپنا اپنا نام حضرت امام جماعت احمدیہ کے حضور میں پیش کر کے۔ لیکچروں کی تیاری کے لئے ہدایات و نوٹ حاصل کریں ؞

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اغراض ہوتی ہیں" بعض اعمال انسان کے اندر بدمیلان کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ بعض بدعادات کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یا پھر بعض اعمال جسمی ذہنی نقص (یعنی ورثہ میں ملے ہوئے اثرات۔ غلط تعلیم۔ ناقص تربیت۔ خراب صحبت وغیرہ) کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں مگر ان میں سے وہ اعمال مستثنیٰ ہیں جو مجبوری اور اضطرار کی حالت میں کیئے جائیں۔ سب بداعمال بُرے ہیں (کیونکہ ان کا روح پر بد اثر پڑتا ہے اور روح بیمار ہو جاتی ہے) اور ان کی سزا ہے (علاج ہوگا) سوائے ان اعمال کے جو مجبوری کی حالت میں صادر ہوں جس طرح اعمال میں فرق ہے اسی طرح سزا دینے والے کی نیّت اور ارادہ میں بھی فرق ہوتا ہے۔ کبھی سزا اسلیئے دی جاتی ہے کہ اسکی نیّت کو سزا دینے والا ناپسند کرتا ہے۔ پس اپنی ناپسندیدگی کے اظہار اور دوسرے کو بدنتائج پر آگاہ کرنے کیلئے سزا دی جاتی ہے۔ کبھی سزا یہ جانتے ہوئے دیتا ہے۔ کہ یہ فعل فاعل کی بدنیتی یا بدفطرتی کی وجہ سے نہیں۔ اس سزا کی غرض اسکی فطرت یا میلان کے خلاف سرزنش نہیں۔ بلکہ اس لئے دی جاتی ہے۔ کہ جس کو سزا دی جا رہی ہے۔ اسکے قلب میں اپنے اعمال کی سزا کو دیکھ کر اپنے اعمال کے خلاف جوش پیدا ہو۔ جو اس کو سزا کا مستحق بناتے ہیں۔

اسکی مثال ظاہری طب میں ٹیکہ یا خراش والی دوائی کی ہے۔ اسکی غرض بھی تکلیف دینا نہیں ہوتی۔ بلکہ ڈاکٹر خوب جانتا ہے۔ کہ اس بیماری کے لانے میں مریض کا کوئی قصور نہیں۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بغیر خراش (Irritation) پیدا کرنے کے اسکے خون میں بیماری کو دبانے والا جوش پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسلیئے وہ باوجود مریض کی نیّت کی درستی اور اسکی صحت کیلئے صحیح جدّوجہد کرنیکے اس کو تکلیف دیتا ہے۔ بلکہ یہاں تک دیکھا گیا ہے۔ (خاکسار کے تجربہ میں تو روزانہ آتا ہے) کہ جب ڈاکٹر اپریشن کرنا چاہتا ہے۔ اور اسکے لئے وہ مریض کو کلورافارم سنگھانا شروع کرتا ہے۔ تو مریض اگر کوئی ناخواندہ زمیندار ہو۔ جو پہلے مرض کی تکلیف کو دیکھ کر اپریشن پر رضامند ہوتا ہے۔ مگر بعد میں اپریشن کی تکلیف کو ذہن میں لاکر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ڈاکٹر اور اسکے سٹاف سے طاقت سے مقابلہ کرتا ہے۔ بعض دفعہ چلّاتا اور آلات کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اسوقت ڈاکٹر سختی کرتا ہے۔ بلکہ بعض مارتے بھی ہیں۔ اور زبردستی ہاتھ پاؤں پکڑ کر اسکو بیہوش کر لیتے ہیں۔ اس درشتی کی غرض بھی اس بدارادے کو دبانا ہوتا ہے۔ جو مریض کے دل میں پیدا ہو چکا ہے۔" (یہ حصہ حضرتؑ اقدس کے ایک خط کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ جو افسوس کہ سلسلہ کے کسی اخبار میں شائع نہ ہو سکا۔

پس معلوم ہوا کہ بعض دفعہ گنہگار کی نیّت کی درستی۔ اور نیک بننے کے لئے صحیح جدّوجہد کے باوجود بھی سزا دینی ضروری ہوتی ہے۔ تاکہ سزا کو دیکھ کر اسکی روح میں اپنے اعمال کے خلاف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جوش پیدا ہو۔ جس سے آئندہ کے لئے اسکی روح کو گناہوں پر قابو پانے کی طاقت مل جائے۔ (ظاہری طب میں اسکی مثال چیچک اور پلیگ کے ٹیکہ کی ہے)۔

اگر کہا جائے کہ مان لیا کہ سزا کی غرض روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔ مگر اس علاج کے لئے مریض کو دوزخ کے قیدخانہ میں ابدالآباد تک کیوں رکھا جائیگا۔ کیوں نہ اسکو تھوڑے عرصہ کیلئے ہسپتال میں رکھا جائے اور جب وہ تندرست ہو جائے۔ تو اسکو آزاد کر دیا جائے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوزخ قیدخانہ نہیں۔ بلکہ روحانی امراض کے علاج کا ہسپتال ہے۔ اور وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے بھی نہیں بلکہ اسی وقت تک ہے جب تک سب مریض صحت یاب نہ ہو جائیں۔

دوزخ اور ہسپتال میں مشابہت

ذیل میں یہ عاجز ہسپتال اور دوزخ کا مقابلہ کر دیتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ آیا دوزخ کی مشابہت ہسپتال سے ہے۔ یا قیدخانہ سے۔

۱۔ جس طرح ہسپتال میں جسمانی مریضوں کو رکھا جاتا ہے۔ جسکی غرض ان کا علاج ہوتا ہے۔ اسی طرح دوزخ میں روحانی مریضوں کو رکھا جائیگا۔ جسکی غرض انکی اصلاح ہوگی۔ نہ کہ انتقام لینا۔

۲۔ جس طرح ہسپتال میں مریضوں کو محدود وقت کیلئے رکھا جاتا ہے۔ اور صحت یاب ہونے پر انکو ڈسچارج کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح دوزخ میں بھی محدود وقت کیلئے رکھا جائیگا۔ اور اصلاح ہو جانے پر ان کو ڈسچارج کر کے جنّت میں بھیجدیا جائیگا۔ مگر دونو کے علاج میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ ہسپتال سے ڈسچارج ہو جانے کے بعد اس بات کا امکان باقی رہ جاتا ہے کہ مرض پھر عود کر آئے۔ کیونکہ علم طب نامکمّل ہے یا ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر کا تجربہ لمبا نہ ہو۔ اور علاج غلط اصول پر کیا گیا ہو جس سے مرض عارضی طور پر دب گیا ہو۔ اور اسکی جڑھ نہ گئی ہو۔ مگر دوزخ میں جو علاج کیا جائیگا وہ ایسا صحیح ہوگا کہ ایک دفعہ احکم الحاکمین سے صحت کا سرٹیفکٹ مل جانے کے بعد ممکن نہیں کہ وہ مرض دوبارہ عود کر آئے۔

۳۔ ہسپتال عموماً شہر سے باہر کھلی ہوا میں بنائے جاتے ہیں۔ اور اُن کے اردگرد چاردیواری ہوتی ہے۔ تاکہ تندرستوں کو مریضوں کی آہ و فغاں۔ اور اپریشن کی تکلیف سے چلّانے کی آواز سے تکلیف نہ ہو۔ دوزخ اور بہشت کے درمیان بھی ایک لطیف نورانی پردہ ہوگا۔ تاکہ جنّتیوں کو دوزخیوں کی چیخ و پکار سے تکلیف نہ ہو۔

۴۔ ڈاکٹر اور عملۂ ہسپتال مریض پہ سختی کرنے۔ اسکو اپریشن کی تکلیف دینے۔ پرہیز کروانے اور کڑوی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ادویہ پلانے کے باوجود سخت رحیم کہلاتے ہیں۔ اور کوئی نہیں کہتا کہ ہسپتال میں بہت ظلم ہوتا ہے۔ اسی طرح بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا سٹاف دوزخیوں کو تکلیف دینے کے باوجود سخت رحیم ہیں۔ اور ان پر ظلم کا الزام نہیں آسکتا۔ تو دونو صورتوں میں بظاہر سختی اور ظلم معلوم ہوتا ہے۔ مگر چونکہ دونو کی غرض مریض کی اصلاح ہوتی ہے۔ نہ کہ انتقام لینا۔ اسلئے یہ بھی صفت رحیمیت کا ہی ایک کرشمہ ہے۔ کیونکہ انجام دونو کا بخیر ہوتا ہے۔

۵۔ ہسپتال کے اندر بھی وہی ہوا۔ پانی۔ روشنی۔ اور گرمی سردی ہوتی ہے۔ جو شہر میں بالعموم ہوتی ہے۔ مگر مریضوں کو یہ نعمائے الٰہی بُری معلوم ہوتی ہیں۔ اسکی وجہ ان کی بیماری کے سبب سے انکے حواس کی خرابی ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ ہسپتال میں جاکر ان لوازمات زندگی میں کوئی تبدیلی ہو جاتی ہے۔ مثلاً آنکھ کے مریض کو جو ہسپتال کی دھوپ بُری اور تکلیف دہ معلوم ہوتی ہے تو اسکی یہ وجہ نہیں کہ ہسپتال میں کوئی اور سورج چمک رہا ہے۔ سورج تو وہی ہے جو شہر میں چمک رہا ہے۔ اور دھوپ بھی وہی ہے جو تندرستوں کی آنکھ کو بھلی معلوم ہو رہی ہے۔ مگر فرق صرف حواس کی صحت اور خرابی کا ہے اسی طرح دوزخ کے اندر بھی وہی ہوا۔ روشنی۔ پانی اور گرمی۔ سردی ہوگی جیسی جنت میں۔ مگر دوزخی ان نعمائے الٰہی سے بوجہ اپنے روحانی حواس کی خرابی کے فائدہ نہ اُٹھا سکیگا۔ اور وہی دھوپ۔ ہوا۔ روشنی۔ پانی وغیرہ جو جنتیوں کو بوجہ اپنے روحانی حواس کی صحت کے بھلے معلوم ہونگے۔ دوزخیوں کی آنکھوں کو کاٹینگے۔ انکی آنکھوں کو تپش معلوم ہوگی۔ ان کے کان ڈراؤنی آوازیں سُنینگے۔ ان کی بانہوں پر چھالے پڑ جائینگے۔ اور ان کی جلد سخت گرم ہو جائیگی۔ بلکہ دوزخیوں کو انکی روحانی جلد کی رِس کے زیادہ ہو جانے کی وجہ سے معتدل ہوا سخت گرم معلوم ہوگی۔ جس طرح بخار والے مریض کو سخت سردی کے دنوں میں کمرا نہایت گرم معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ کپڑے اور لحاف اُتار پھینکتا ہے۔ حالانکہ اس کے رشتہ دار دو دو کمبل اوڑھے بھی سردی محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔

۶۔ جب مرض دُور ہو جائے۔ تو وہی اشیاء جو پہلی حالت میں سخت گرم۔ سخت سرد۔ کڑوی۔ اور تکلیف دہ معلوم ہوتی ہیں۔ بھلی معلوم ہونے لگ جاتی ہیں۔ اسی طرح دوزخی جب علاج کرواکر جنت میں جائینگے۔ تو وہ بھی اپنے روحانی حواس کی درستی کی وجہ سے ان نعمائے الٰہی سے فائدہ اُٹھانے کے قابل ہو جائینگے۔ جن سے پہلے وہ محروم تھے۔

۷۔ ہسپتال میں کڑوی دوائی پلاتے ہیں۔ اور ساتھ پرہیز کراتے ہیں۔ دوزخ میں بھی تھوہر کا دودھ پلایا جائیگا۔ اور نعمائے الٰہی عارضی طور پر بند کر دی جائینگی۔ ہسپتال میں معمولی پانی کے بجائے بعض

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دفعہ منقّٰی کا پانی پکا کر دیا جاتا ہے۔ دوزخ میں بھی گرم پانی پینے کو ملیگا۔ ہسپتال میں بعض امراض کا علاج ویکسین کے ٹیکہ سے کیا جاتا ہے۔ (یہ ٹیکہ پیپ سے جراثیم نکال کر تیار کیا جاتا ہے) دوزخ میں بھی پیپ پینے کو دی جائیگی۔ ہسپتال میں بوسیدہ اعضاء جو جسم کے لئے مضر ہوں۔ اور ہلاکت کا خطرہ ہو۔ اپریشن کے ذریعے کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ مگر دوزخ میں ایسے اعضاء کو کاٹنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کیونکہ کسی عضو کو کاٹنا اصل میں اس بات کا اقرار ہے کہ دوائی سے یہ عضو اچھا نہیں ہو سکتا۔ گویا یہ علم جراحی کی شکست ہے۔ چونکہ ہمارا علم ناقص ہے۔ اسلئے بعض دفعہ یہ شکست ہم کو اٹھانی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ احکم الحاکمین ہے۔ اور اس کا علم کامل ہے۔ اسلئے اسکے علاج سے بوسیدہ اعضاء بھی بغیر کاٹنے کے درست ہو جائینگے۔

۸۔ جس طرح ہسپتال میں آگ سے علاج کیا جاتا ہے۔ مثلاً تھرمو کاٹری۔ یا بجلی کی کاٹری جن سے زائد اور فاسد گوشت جلایا جاتا ہے۔ اسی طرح دوزخ میں آگ کا عذاب ہوگا۔ پھر جس طرح بعض جلدی امراض از قسم لاہوری پھوڑا۔ یا مونگری پھوڑا (لوکل سور) کا علاج سردی پہنچا کر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کاربن ڈائی آکسائڈ گیس کو منجمد کر کے پھر اس سے زخم کو جلایا جاتا ہے۔ اسی طرح دوزخ میں سخت سردی کا عذاب بھی ہوگا۔

۹۔ جس طرح زخم بہت بڑا ہو۔ یا آگ سے جل جانے کی وجہ سے جلد کا بہت سا حصہ گل کر اتر جائے۔ تو زخم کو چمڑے سے ڈھانپنے کے لئے نئی جلد اسکے اوپر لگائی جاتی ہے۔ جس کو طبّی اصطلاح میں Skin transplantation کہتے ہیں۔ اسی طرح دوزخیوں کی جب پہلی جلد سڑ جائیگی۔ اور گل جانے کی وجہ سے درد کا احساس نہ رہیگا۔ تو انکو نئی جلد دے دی جائیگی جسمیں حسّ ہوگی۔ (کلما نضجت جلودھم بدّلناھم) (قرآن کریم) یعنی جس طرح جلد کے نیچے سے نیا چمڑہ اور گوشت نکلنے سے قبل ضروری ہوتا ہے کہ پہلے اوپر کا بوسیدہ چمڑہ اور گوشت اتر جائے۔ اسی طرح دوزخیوں کی بوسیدہ جلد اتار کر نیچے سے نئی اور تندرست جلد نکالی جائیگی۔ جس کی حسّ درست ہوگی۔ اور جو نعمائے الٰہی سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہوگی۔

۱۰۔ جس طرح مریض کے خون میں جوش پیدا کرنے۔ اور اسی طرح آئندہ کیلئے مرض سے نجات حاصل کرنے کے قابل بنانے کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ اسکو ٹیکہ (مثلاً چیچک۔ پلیگ۔ ہیضہ۔ تپ محرقہ وغیرہ) لگایا جائے۔ یا خراش والی دوائی دیکر جسم میں حرکت پیدا کیجائے۔ مثلاً جلاب وغیرہ۔ اسی طرح دوزخیوں کو بھی خراش اور ٹیکہ والی دوائی از قسم زقوم اور پیپ دیجائیگی۔ تاکہ جلاب لگ کر ان کے روحانی گند کا فاسد مواد خارج ہو جائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۱۱- جس طرح تمام بڑے بڑے ہسپتالوں میں علاج میں سہولت کے لئے مختلف اعضاء کے امراض کے علاج محکمے الگ الگ ہوتے ہیں- مثلاً آنکھ- ناک- کان- حلق- جلد- سینہ- پیٹ کے امراض وغیرہ- اسی طرح دوزخ کے بھی سات دروازے یعنی سات محکمے ہیں- جن میں الگ الگ اعضاء کے روحانی امراض کا علاج ہوگا- چونکہ انسانی حواس سات ہیں جن میں انسان گناہ میں لذّت لیتا ہے- اس لئے دروازے بھی سات ہی بنائے ہیں- جیسا کہ فرمایا- لھا سبعۃ ابواب- لکلّ باب منھا جزءٌ مقسوم- لوگوں کو عموماً حواس خمسہ کا پتہ ہے- مگر یہ اصل میں سات ہیں یعنی قوّت باصرہ- قوّت شامہ- قوّت سامعہ- قوّتِ ذائقہ- قوّتِ لامسہ- قوّت فاعلیہ- قوّت حاسّہ-

۱۲- جس طرح مریض کو ہسپتال سے بھاگنے پٹّی کو قبل از وقت کھولنے- یا شدید بخار کے ہذیان کی حالت میں بھاگ کر ہلاک ہوجانے سے بچانے کے لئے پہرہ دار کی ضرورت ہوتی ہے- جو مریض کو اسکے بد ارادوں سے روکے- اسی طرح دوزخی کو بھی دوزخ سے بھاگنے سے روکنے کے لئے پہرہ دار ہونگے- جو اس کو اپنا نقصان کرنے سے روکینگے- چنانچہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخی بھاگنے کی کوشش کرینگے فرمایا- کلما ارادوا ان یخرجوا منھا من غم اعیدوا فیھا- (الحج ۲)

۱۳- ہسپتال میں اگر تندرست آدمی جائے تو اسکو کوئی تکلیف نہیں ہوتی- چنانچہ ڈاکٹر بھی اسی احاطہ میں رہتا ہے- اور وہیں خوش خوش پھرتا ہے حالانکہ مریض چلاّ رہے ہوتے ہیں- اسی طرح جنّتی بھی اگر دوزخ میں چھلانگ مارینگے- تو انکو وہ ٹھنڈی معلوم ہوگی- اور تکلیف نہ ہوگی- (حدیث نبوی) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کا عذاب اپنے حواس کی خرابی کا نتیجہ ہوگا-

۱۴- عارضی ہسپتال سے اگر پرانے مریض صحت یاب ہوکر چلے جائیں- اور نئے مریض داخل نہ ہوں تو ہسپتال بند کردیا جاتا ہے جس طرح جنگ کے دنوں میں بعض ہسپتال بنائے جاتے ہیں- (جنگی ہسپتال)- اسی طرح دوزخ میں سے جب پرانے مریض تندرست ہوکر جنّت میں چلے جائینگے- اور نئے داخل ہونیوالے کوئی نہ ہونگے تو دوزخ کے دروازے بھی بند کردیئے جائینگے- اور وہ بالکل خالی ہوجائیگا- یاتی علی جھنّم ما فیھا من بنی آدم احدٌ- تخفق ابوابھا (حدیث نبوی)

۱۵- جس طرح بیمار طالبعلم امتحان میں شامل نہ ہوسکنے کی وجہ سے جماعت میں پیچھے رہ جاتا ہے اور اسکے تندرست ہم جماعت محنت کرکے آگے نکل جاتے ہیں- اسی طرح دوزخی تو صحت یاب ہوکر جنّتیوں میں جا ملیگا- مگر روحانی ترقیات اور درجات میں تفاوت ضرور رہیگا-

۱۶- جس طرح ہسپتال رحمت کا مقام ہوتا ہے- اور ڈاکٹر کا وجود لوگوں کیلئے بہت مفید اور ضروری ہوتا ہے- اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وی پی واپس کرنے والے

ریویو آف ریلیجنز (اُردو) کا نمبر دو بابت ماہ فروری ۱۹۲۸ء بعض کے نام ۱۹۲۷ء کا بقایا اور بعض کے نام ۱۹۲۸ء کی پیشگی قیمت وصول کرنے لئے وی پی کیا گیا تھا اور بذریعہ ریویو و الفضل خریدارانِ ریویو سے استدعا کی گئی تھی کہ وہ مہربانی فرما کر وی پی وصول کرلیں۔ اور یہ بھی بتایا تھا کہ وہ ماہ فروری کے رسالے میں دو نہایت اعلیٰ و ضروری مضامین ہیں۔ ایک تو مسئلہ نبوت بعد خاتم النبیینؐ پر مکمل و مدلّل (از آیات و احادیث) مضمون ہے اور ایک تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی۔ مسیح موعود علیہ السلام کے کارناموں پر جو حضور نے اس جلسہ سالانہ پر فرمائی تھی۔ صرف یہ دو مضمون ہی سارے سال کے چندہ کا بدل ہو سکتے ہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ نصف سے زیادہ احباب وی پی واپس کر رہے ہیں۔ حالانکہ ریویو آف ریلیجنز خدا کے فضل سے نہایت باقاعدہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو ان کے نام روانہ کر دیا جاتا ہے اور حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے کہ اس رسالے کے ذریعہ سے ایسا لٹریچر بہم پہنچایا جائے جو علمی و عملی طور پر مفید ہو۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ احباب ریویو کو اس کا حق دینے میں بے پروائی سے کام نہ لینگے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی اس خواہش کو پورا فرمائینگے کہ اسکے خریدار کم از کم دس ہزار ہوں جضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنا رسالہ تشحیذ ملتوی کرا دیا تھا تاکہ ایک سال پر تمام جماعت کی توجہ ہو اور اسکی اشاعت میں کوئی روک نہ پڑے اب یہ احباب جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ ریویو کی اشاعت بڑھائیں اور جو خریدار نہیں وہ خریدار بنیں اور جو پہلے سے خریدار ہیں وہ اپنے اپنے ذمّگی چندوں کو بروقت ادا کرتے رہیں۔

(مہتمم طبع و اشاعت)

بہروں کی شنوائی کا سامان

بہت لوگ بالخصوص وہ جو بہرے ہیں یا جن کے دماغوں میں غوغہ مخصوص ہوتا ہے۔ یا ناک میں آواز آنے کی بیماری ہے۔ یہ معلوم کر کے بہت خوش ہونگے کہ حال ہی میں ایک چھوٹا سا نہایت مفید آلہ ان بیماریوں کے مستقل علاج کے لئے دریافت ہُوا ہے۔ جسے ٹنی ٹس کہتے ہیں۔ اس آلہ کے ذریعہ اسوقت تک سینکڑوں ان بیماریوں کے شدید اور لاعلاج بیمار شفا پا چکے ہیں۔ اگر کوئی ان بیماریوں کا مبتلا مزید معلومات اس آلہ کے متعلق حاصل کرنا چاہے تو سکرٹری سے خط و کتابت کرے۔ جو خوشی سے آپکو مکمل معلومات بمع شہادتوں اور اخبارات کے نوٹسوں کے بہم پہنچائیگا۔ پھر قیمتی وقت بچانیکے لئے یہ آلہ بمع ضروری سامان و ادویات کے ۹ روپیہ کا منی آرڈر آنے پر ہر پتہ پر بھیجا جا سکتا ہے۔ فرمائش کیوقت اس اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔ پتہ:۔

Larmalene Co: Deal Kent, (England).

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کولا ٹانک

یہ کوئی معمولی دوا نہیں ہے جسے پڑھ کر آپ نظر انداز کر دیں۔ بلکہ موجد نے اسکی ایجاد میں جو محنت کی ہے اُسکا نمونہ آپکے پیش نظر ہے اور وہ صرف اشتہار ہی میں نہیں بلکہ دوا میں موجود ہے۔ اگر آپ اپنی تندرستی کے خواہشمند ہیں تو ڈاکٹر صاحب موصوف کی ایجاد کردہ کولا ٹانک کی ایک شیشی ضرور لیجئے اور اسکے حیرت انگیز کرشموں کو ملاحظہ فرمائیے۔ آپ دیکھیں گے کہ برقی قوت کے مانند آپکے جسم میں طاقت بڑھنے لگے گی۔ توانائی آنی شروع ہوگی۔ جو جسم پیشتر کمزور ہوگیا تھا۔ جس جسم میں خون کی کمی سے سستی پیدا ہوگئی تھی وہ سستی۔ لاغری۔ کمزوری اکدم چستی۔ توانائی۔ اور طاقتوری میں تبدیل ہوگئی۔ کولا کا خاص وصف یہ ہے کہ جسم اور چہرے کی بدرونقی کو دور کرتا ہے۔ کام میں دل لگتا ہے۔ اس کے استعمال سے نشہ پینے کی بُری عادت چھوٹ جاتی ہے لڑکے بچے جوان بڈھے عورت و مرد سب کو یکساں فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور پہلے کی طرح انکو خوبصورت بناتا ہے اسکے استعمال سے مرجھائے ہوئے چہرے پر سُرخی آجاتی ہے۔ پژمردہ دل میں خوشی کی کلیاں کھل جاتی ہیں اور ہر کھیل کود میں۔ دنیوی کاروبار میں انسان کو تکان نہیں معلوم ہوتی۔ گھوڑے کی سواری۔ ورزش۔ اور لیکچر وغیرہ دیتے وقت جلدی سانس نہیں پھولتی۔ غرضکہ جملہ فوائد کے اعتبار سے کولا ٹانک کو فوائد کا مجموعہ کہنا چاہیئے اسکے علاوہ **موسیقی کا دوست** بھی یہی کولا ہے۔ موسیقی کے ماہر اور گانا گانے کے شوقینو! آپکے لئے نہایت فائدہ کی چیز ہے پیتے ہی بیٹھی ہوئی آواز کھل جائیگی اور رکے ہوئے گلے سے جو آواز صاف نہیں نکلتی تھی وہ تمام شکائتیں دور ہو جائینگی۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی ۱؎ ایک روپیہ دو آنہ محصولڈاک ۶/ ۔ تین شیشی کی قیمت ۳؎ تین روپے چار آنہ۔ محصولڈاک ۱۸/

> ### مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کا
> ## اظہار مسرت
>
> ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی ادویات نہایت ہی مفید ہیں۔ میرے کئی رشتہ داروں نے انہیں استعمال کیا اور فائدہ مند پایا۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی تمام پیٹنٹ دوائیں مفید ہونگی ۔

مقوی جسم ہے

کولا ٹانک

مُفرّح دماغ ہے

نوٹ۔ ہماری جملہ ادویات ہمدر جہ فہرست قیمت پر ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہیں۔ خریداران کارخانہ ہذا سے دوا منگانے سے قبل ہمارے مقامی ایجنٹ دوا فروشوں سے خرید لیا کریں اس سے وقت و ڈاک خرچ دونوں میں کفایت ہوگی۔

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن (صیغہ نمبر ۱۱۷) پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴۔ کلکتہ

ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ قواعد ایجنسی درخواست آنے پر روانہ کیئے جائینگے ۔